رؤف پاریکھ*

”فصیح اللغات“ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (اصولِ لغت نویسی کے تناظر میں)

A Research-based Critical Evaluation of *Fasīḥ al-Lughāt* with Reference to the Norms of Lexicography

Abstract:

Fasīḥ al-Lughāt, an Urdu–Urdu dictionary compiled by Ahsan Marehravi, was published serially in the literary magazine Faseeh-ul-Mulk between May 1905 and August 1910. Despite its significance in the history of Urdu lexicography, no comprehensive account of its individual instalments has previously been available. This article provides the first systematic documentation of all thirty-seven parts of the dictionary published in the magazine, identifying the relevant issues, page numbers, and the entries included in each instalment. It also reconstructs the historical background of the dictionary based on documentary evidence and corrects several misconceptions that have persisted regarding its compilation and publication. Although the dictionary appeared over a period of more than five years and eventually reached 360 pages, it remained incomplete. Its primary objective was to record and explain the words, expressions, and idioms employed in the Urdu poetry of Dagh Dehlvi. In this sense, *Fasīḥ al-Lughāt* may be regarded as an author dictionary, a specialized lexicographical work that documents and contextualizes the vocabulary of a particular writer. Had it been completed, it would have constituted a more valuable resource for the study of Dagh's language and style. The article further offers a critical evaluation of the dictionary in the light of established principles of lexicography. It examines key components of dictionary-making, including headwords (lemmas), pronunciation, grammatical classification, definitions, usage labels or registers, etymology, orthography, and illustrative quotations (asnaad), while assessing their treatment in *Fasīḥ al-Lughāt* from the perspective of modern lexical semantics and lexicographical practice.

Keywords: *Faseeh-ul-Lughaat*, Ahsan Marehravi, Dagh Dehlvi, Faseeh-ul-Mulk, Urdu lexicography, lexicological terms, linguistic and orthographic issues in Urdu.

احسن مارہروی (۱۸۷۶ء-۱۹۴۰ء) نے فصیح اللغات کے نام سے اردو کی ایک ایسی لغت اپنے رسالے فصیح الملک میں قسط وار شائع کرنی شروع کی تھی، جس میں وہ الفاظ و مرکبات کی سند اپنے استاد فصیح الملک داغ دہلوی (۱۸۳۱ء-۱۹۰۵ء) کے کلام سے دیتے گئے۔ لیکن افسوس کہ یہ لغت نامکمل رہ گئی اور تین سو ساٹھ (۳۶۰) صفحات میں حرف "ب" کی تقطیع کے ابتدائی الفاظ تک ہی شائع ہو سکی۔ اس مقالے میں ہم فصیح اللغات کے ضمن میں کچھ معروضات پیش کرنے کے ساتھ احسن مارہروی اور ان کے رسالے فصیح الملک کے بارے میں بھی کچھ عرض کریں گے۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ فصیح اللغات کی اقساط فصیح الملک کے کن شماروں میں شائع ہوئیں اور فصیح الملک لغت نویسی کے اصولوں کے لحاظ سے کس معیار کی حامل ہے، نیز اس لغت کی کیا اہمیت ہے۔

احسن مارہروی

احسن مارہروی شاعر، نثر نگار، مدیر، زبان دان اور استاد تھے۔ احسن مارہروی کا پورا نام سید علی احسن تھا[۱]۔ مارہرہ کے بلگرامی برکات خاندان میں ۲۲ شوال ۱۲۹۳ ہجری (۱۰ نومبر ۱۸۷۶ء) کو مارہرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) میں پیدا ہوئے[۲]۔ مارہرہ میں ان کی خاندانی خانقاہ میں ان کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور حفظِ قرآن کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی[۳]۔

احسن مارہروی نے ۱۸۹۵ء میں ایک ماہانہ شعری گلدستہ جاری کیا جس کا نام ریاضِ سخن رکھا اور ۱۸۹۶ء میں اس کا نام والیِ ٹونک ابراہیم علی خاں خلیل کی سرپرستی کی بنا پر ریاضِ خلیل کر دیا[۴]۔ داغ دہلوی سے احسن مارہروی کا باقاعدہ تعلق ۱۸۹۶ء میں شروع ہوا[۵]۔ ۱۸۹۶ء میں بذریعہ خط کتابت (ازراہِ کرم اس کو 'خط و کتابت' نہ لکھا جائے، خط کتابت کی ترکیب بلا واوِ عطف ہی درست ہے) داغ دہلوی سے تلمّذ حاصل کیا[۶]۔ استاد سے ملنے اگست ۱۸۹۸ء میں حیدرآباد (دکن) گئے اور فنِ شعر و صحتِ زباں کے رموز و غوامض پر عبور حاصل کرنے کے لیے وہاں استاد کی خدمت میں مسلسل تقریباً چار برس اس طرح رہے کہ بیش تر وقت استاد کی صحبت ہی میں گزرتا تھا اور حیدرآباد ہی میں استاد کی سوانح عمری جلوۂ داغ لکھی[۷]۔ ذاتی معاملات کی وجہ سے احسن کو اواخر جون ۱۹۰۲ء میں اپنے شہر مارہرہ واپس جانا پڑا لیکن خاصے عرصے تک واپس نہ جا سکے اور وہ مارہرہ ہی میں تھے کہ داغ کا انتقال ہو گیا[۸]۔ داغ کی وفات (۱۴ فروری ۱۹۰۵ء)[۹] کے بعد احسن ۱۹۰۵ء میں لاہور پہنچے، جہاں لالہ سری رام کے ہاں ملازم ہو گئے لیکن چند ماہ بعد وہاں سے الگ ہو کر لاہور ہی میں مطبع مفیدِ عام میں ملازم ہو گئے[۱۰]۔ لاہور سے ۱۹۰۵ء میں ماہ نامہ فصیح الملک جاری کیا۔ ۱۹۰۶ء میں جدِ امجد کی وفات پر لاہور سے مارہرے جانا پڑا اور رسالہ فصیح الملک بھی لاہور سے مارہرے منتقل کرنا پڑا[۱۱]۔ لیکن مالی حالات کی وجہ سے اگست ۱۹۱۰ء میں فصیح الملک کو بند کر دیا[۱۲]۔ ۱۹۲۱ء میں احسن مارہروی کو علی گڑھ انٹر میڈیٹ کالج میں اردو و فارسی کی تدریس پر مامور کیا گیا، پھر علی گڑھ

یونیورسٹی سے متعلق ہو گئے اور ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۸ء تک علی گڑھ یونیورسٹی سے وابستہ رہے[۱۳]۔ پٹنہ (بہار) علاج کی غرض سے گئے اور وہیں ۳۰ اگست ۱۹۴۰ء کو وفات پائی[۱۴]۔ دوسرے روز یعنی ۳۱ اگست کو مارہرہ میں تدفین ہوئی[۱۵]۔ احسن مارہروی تحریکِ پاکستان کے حامیوں میں تھے اور انھیں یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منعقدہ لاہور کے اس جلسے میں شریک ہوئے جس میں قیامِ پاکستان کے لیے قراردادِ لاہور یا قراردادِ پاکستان پیش کی گئی تھی۔ احسن اس جلسے میں شرکت کے لیے خاص طور پر لاہور آئے اور شرکت کے بعد بعجلت واپس لوٹ گئے[۱۶]۔

ڈاکٹر غلام مصطفی خاں (۱۹۱۲ء-۲۰۰۵ء)، جو احسن مارہروی کے شاگردوں میں سے تھے، احسن مارہری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''اردو قواعد، عروض، املا، صحتِ زبان وبیاں، انشا پردازی وشاعری میں بھی ان کی خدمات اربابِ ذوق سے پوشیدہ نہیں''[۱۷]۔ احسن مارہروی کی تصنیفات و تالیفات میں سے کچھ یہ ہیں: جلوۂ داغ، یادگارِ داغ، منتخبِ داغ، انشائے داغ، فصیح اللغات، کارنامۂ غم، کلیاتِ ولی، نمونۂ منثورات (تاریخ نثرِ اردو)، مکاتیب الغالب، کسوف الشمسین، احسن الکلام، مجمع البرکات، تحفۂ احسن، تخمیسین اور اردو لشکر وغیرہ[۱۸]۔ احسن کے کچھ ادبی کام غیر مطبوعہ بھی رہ گئے اور ان میں فصیح اللغات کے کچھ اجزا بھی شامل ہیں، نیز کچھ نامکمل رہے، مثلاً شبیہِ داغ جو داغ کی سوانح جلوۂ داغ کے سلسلے کی دوسری کڑی تھی[۱۹]۔ احسن مارہروی شاعر بھی تھے اور ان کی شاعری میں اپنے استاد داغ دہلوی کی سی شوخی و بے باکی، تیوری اور تیکھا پن تو نہیں لیکن ان کے کلام میں سلاست و روانی اور شستگی بھی ہے[۲۰]۔

زبان، صحتِ زباں، لغت، املا، قواعد، عروض اور فصاحت احسن مارہروی کا بنیادی مسئلہ تھا۔ فصیح الملک کا اجرا داغ دہلوی کی یادگار کے ساتھ احسن کی زبان کے مسائل اور اردو زبان سے اس بنیادی وابستگی کا بھی مظہر تھا۔ احسن نے داغ دہلوی سے فرمائش کی تھی کہ اپنے شاگردوں کے لیے کوئی ہدایت نامہ لکھیے اور اِنھیں کی تحریک پر داغ نے ایک منظوم ہدایت نامہ لکھا[۲۱]۔ یہ ہدایت نامہ ایک قطعے کی صورت میں یادگارِ داغ' میں دیکھا جا سکتا ہے جس میں ابتدا اور آخر کے اشعار میں داغ نے وضاحتاً کہا ہے کہ یہ احسن مارہروی کی درخواست پر لکھا گیا ہے[۲۲]۔ یہ منظوم ہدایت نامہ بہت دل چسپ ہے اور صحتِ زباں اور فصاحت کے ذیل میں اہم نکات اس میں شامل ہیں۔ مثلاً چند اشعار دیکھیے:

عربی فارسی الفاظ جو اردو میں کہیں
حرفِ علّت کا بُرا ان میں ہے گِرنا، دَبنا
الفِ وصل اگر آئے تو کچھ عیب نہیں
لیکن الفاظ میں اردو کے یہ گِرنا ہے روا

ہے اضافت بھی ضروری مگر ایسی تو نہ ہو
ایک مصرعے میں جو ہو چار جگہ بلکہ سوا
عطف کا بھی ہے یہی حال یہی صورت ہے
وہ بھی آئے مُتَوالی تو نہایت ہے برا [۲۳]

فصیح الملک

احسن نے فصیح الملک میں اپنی مرتّبہ لغت فصیح اللغات کی قسط وار اشاعت شروع کی۔ یہ ماہانہ رسالہ مئی ۱۹۰۵ء میں لاہور سے احسن مارہروی نے اپنے استاد داغ دہلوی کی یاد میں جاری کیا اور اس کا نام داغ کی مناسبت سے فصیح الملک رکھا۔ داغ کی فصاحت کے علاوہ ایک وجہِ تسمیہ یہ بھی ہوئی کہ داغ کو فصیح الملک کا خطاب دیا گیا تھا اور جب تک دربارِ دکن سے خطابات نہیں ملے تھے داغ دہلوی اپنا نام نواب مرزا داغ دہلوی لکھا کرتے تھے یا داغ دہلوی۔ لیکن خطاب ملنے کے بعد فصیح الملک بہادر کی مہر بھی کھدوالی تھی [۲۴]۔ چناں چہ رسالے کا یہی نام رکھا گیا۔

فصیح الملک کا پہلا شمارہ مئی ۱۹۰۵ء میں لاہور سے شائع ہوا اور اس کا آخری شمارہ اگست ۱۹۱۰ء میں مارہرہ سے نکلا [۲۵]۔ دراصل اپریل ۱۹۰۶ء میں رسالے کا دفتر مزنگ لاہور سے مارہرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) منتقل ہو گیا تھا اور رسالہ جو پہلے مفیدِ عام پریس (لاہور) میں طبع ہوتا تھا بعد میں مفیدِ عام پریس (آگرہ) اور پھر نظامی پریس (بدایوں) میں چھپنے لگا [۲۶]۔ اس عرصے میں اس کے کل اَڑتیس (۳۸) شمارے شائع ہوئے، رسالے کی قامت پانچ انچ ضرب آٹھ انچ تھی اور اس کی ضخامت چالیس (۴۰) صفحات رہی [۲۷]۔ البتہ لغت بطور ضمیمہ چھپتی تھی اور اس کے صفحات کا شمار الگ تھا۔ احسن مارہروی کے بعض نجی مسائل کی وجہ سے مارچ ۱۹۰۷ء سے جنوری ۱۹۰۸ء تک فصیح الملک کا کوئی شمارہ شائع نہ ہو سکا اور دیگر چند موقعوں پر بھی زیادہ تاخیر ہو جانے کی بنا پر مشترکہ شمارے نکالنے پڑے [۲۸]۔ البتہ آخری دو سال رسالہ پابندی سے شائع ہوا۔

اردو رسائل کی تاریخ میں فصیح الملک اس لیے ایک یادگار رسالہ ہے کہ اردو زبان، صحتِ زباں، اردو املا، رسم الخط، لغات، قواعد اور لسانی مسائل سے متعلق جتنے اہم مضامین اور شذرات اس میں تسلسل سے شائع ہوئے، ایسی اہم اور فکر انگیز تحریریں اردو کے کسی اور رسالے میں ان موضوعات پر مسلسل کم ہی شائع ہوئیں۔ اگر فصیح الملک کے بعد کوئی اور رسالہ اس موضوع پر یادگار ہے تو وہ ترقیِ اردو بورڈ (کراچی) (جس کا نام بعد ازاں اردو لغت بورڈ کر دیا گیا) کا سہ ماہی رسالہ اردو نامہ ہے جس نے لغت

نویسی، املا، رسم الخط، زبان، قواعد اور علمِ زبان سے متعلق مسلسل مقالات و مضامین و شذرات نیز ان موضوعات پر قارئین کے خطوط اور ان کی آرا شائع کیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی علمی و ادبی رسائل صحتِ زباں، لسانیات و لغات پر تواتر سے مضامین و مقالات شائع کرتے رہے ہیں، مثلاً انجمن ترقیِ اردو کا سہ ماہی اردو (بالخصوص اپنے ابتدائی ادوار میں) اور مقتدرۂ قومی زبان (اسلام آباد) (جس کا نام اب ادارۂ فروغِ قومی زبان ہے) کا ماہنامہ اخبارِ اردو۔ اردو لغت بورڈ کے اردو نامہ کا بنیادی مقصد ہی اصولِ لغت، لسانیات اور اردو زبان و قواعد کے موضوع پر علمی تحریروں کی اشاعت تھی۔ جب کہ اخبارِ اردو بنیادی طور پر نفاذِ اردو میں معاونت اور اس مقصد کے لیے اصطلاحات ، تراجم، لغات اور دفتری اردو کی کتب کی تیاری اور ادارے کی سرگرمیوں سے آگاہی کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ اسی طرح مجلسِ زبانِ دفتری (لاہور) کے رسالے کا نام بھی اردو نامہ تھا اور اس میں بھی دفتری اردو، اصطلاحات اور زبان سے متعلق اہم تحریریں شائع ہوئیں۔ بعض دیگر رسائل بھی ایسے تھے جو زبان اور اس کے متعلقات کو بہت اہمیت دیتے تھے لیکن فصیح الملک کو اس باب میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔

فصیح الملک کے پہلے شمارے، مطبوعہ مئی ۱۹۰۵ء، میں احسن مارہروی نے اداریے میں لکھا کہ رسالے کے اجرا کے مقاصد میں (داغ دہلوی کی یادگار کے طور پر) کوشش کی جائے گی کہ ملک کی زبان فصیح ہو، ادبی دھڑے بندیاں ختم ہوں اور زبان سے صوبائی اجارہ داری ختم کی جائے کہ مخصوص قطعۂ ارض کے باشندے زبان کے ٹھیکے دار ہیں[29]۔

فصیح الملک کی لوح پر یہ عبارت لکھی ہوتی تھی:

> بیادگارِ ناظم یار جنگ، دبیر الدولہ، جہاں استاد، بلبلِ ہندوستاں، نواب فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی مرحوم۔[30]

البتہ بعض شماروں میں یہاں ''نواب فصیح الملک'' کے ساتھ ''بہادر'' اور ''دہلوی'' کے الفاظ نہیں لکھے گئے اور ''نواب فصیح الملک حضرتِ داغ مرحوم'' لکھا گیا، مثلاً شمارہ مئی ۱۹۱۰ء، جلد ۵، شمارہ ۵۔

زبان، املا اور لغت جیسے موضوعات پر فصیح الملک میں بعض اہم مباحث چھیڑے گئے اور ''در جوابِ آں غزل'' کی قسم کے جواب اور جواب در جواب اور شذرات بھی شائع ہوئے۔ احسن مارہروی نے اس رسالے کے ذریعے اردو زبان کی صحت اور املا کی معیار بندی کے لیے ایک طرح سے باقاعدہ مہم چلائی تھی جو فصیح الملک کے مضامین و شذرات میں دیکھی جاسکتی ہے۔ در حقیقت یہ ایک عظیم الشان کام تھا اور بقولِ ابو محمد سحر (۱۹۲۸ء-۲۰۰۲ء) اردو املا کی باقاعدہ اصلاح کی پہلی ہمہ گیر کوششیں احسن مارہروی نے کیں جو فصیح الملک کے ذریعے منظرِ عام پر آئیں[31]۔ لیکن افسوس کہ اس مہم کے اہم افکار اور بنیادی اصولوں کو

اردو تنقید و تحقیق اور علمی و لسانیاتی مباحث میں بھی بالعموم نظر انداز کیا گیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اردو املا کی تاریخ کی اس اہم کڑی کو تقریباً فراموش کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اردو املا کی تاریخ وارتقا اور اردو املا کی اصلاح جیسے موضوعات پر تحقیقی کام کرنے والے بھی یا تو اس رسالے کے نام تک کا ذکر نہیں کرتے یا اپنے مقالوں میں اس کے سرسری ذکر کے بعد اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ اس نادر رسالے کے شماروں کی عدم دست یابی بھی ہے، خاص طور پر ابتدائی شمارے پاکستان میں کم ہی دست یاب ہیں، حالاں کہ یہ رسالہ ابتدا میں لاہور سے نکلتا رہا اور بعد ازاں مارہرہ منتقل ہوا، لہٰذا لاہور کے کتب خانوں میں اس کے ابتدائی شمارے ملنے کا زیادہ امکان تھا۔ حالیہ برسوں میں برخط یعنی آن لائن (online) سہولیات میسر آنے کے بعد بھی آخری دور کے تو کچھ شمارے دست یاب ہیں لیکن ابتدائی دور کے چند ہی شمارے ملتے ہیں۔

فصیح الملک کے مشمولات کا ایک اشاریہ بھی قومی زبان میں شائع ہوا تھا جو بہت مفید ہے[۳۲] اور اس اشاریے کو سرسری دیکھنے ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ فصیح الملک میں کتنے اور کیسے اہم مضامین اہم موضوعات پر شائع ہوئے۔ اس رسالے میں شائع کیے گئے مضامین کے موضوعات میں سے کچھ یہ ہیں:

- اردو املا کی بحث
- عربی الفاظ کی تذکیر و تانیث
- ہائے مخلوط اور دو چشمی 'ھ' کا املا
- اردو میں جدید الفاظ
- ذالِ معجمہ
- حروفِ ہجا میں ترمیم
- انگریزی اور ہندی الفاظ کے ساتھ عطف و اضافت کا استعمال
- دال اور ذال کی تحقیق
- اردو میں انگریزی الفاظ اور ان کا اردو املا
- ناگری رسم الخط میں اردو لکھنا
- لفظ 'چاہیے' کا استعمال، وغیرہ۔

البتہ قومی زبان میں شائع شدہ یہ اشاریہ مفید ہونے کے باوجود تشنہ ہے اور کسی نوجوان محقق یا تحقیق کے طالب علم کو چاہیے کہ فصیح الملک کے ان اڑتیس (۳۸) شماروں کا مفصل اشاریہ (یعنی مصنف وار، عنوان وار اور موضوع وار مع شماروں اور صفحات کی وضاحت کے) تیار

کرے اور اردو املا، زبان، قواعد اور لغت کے موضوع پر محققین کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔

ان موضوعات میں سے بعض پر خاص طور پر املا کے سلسلے میں انجمن ترقیِ اردو ہند نے بعد کے زمانے میں اپنے طور پر غور و خوض کیا تھا، املا کمیٹی بھی بنی اور عبد الستار صدیقی (۱۸۸۶ء-۱۹۷۲ء) اور بعض دیگر اہلِ علم نے بھی بعد ازاں ان پر قلم اٹھایا[۳۳] لیکن یہ سب فصیح الملک کے ۱۹۱۰ء میں بند ہو جانے کے بعد کی باتیں ہیں۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انجمن ترقیِ اردو نے ۱۹۲۳ء سے اصلاحِ املا کی طرف توجہ کی اور اس کے لیے اہلِ قلم نے باقاعدہ کوششیں کیں لیکن جو چیزیں ان حضرات نے قائم کیں وہ بہت پہلے، سوائے چند مستثنیات کے، حضرتِ داغ کی صحبت میں حضرتِ احسن نے قائم کر لی تھیں اور ان پر ہمیشہ سے عمل بھی کرتے تھے"[۳۴]۔ اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ کاش اس وقت فصیح الملک میں شائع شدہ ان مضامین کو اہمیت دی جاتی اور ان پر بحث و مباحثہ ہوتا تو اردو املا کے بہت سے مسئلوں پر بہت پہلے پیش رفت ہو جاتی۔

فصیح اللغات

فصیح اللغات احسن مارہروی کی تالیف کردہ یک زبانی (monolingual) اردو بہ اردو لغت ہے اور اس کا پہلا نام فیضِ داغ تھا جو بعد میں داغ کی فرمائش پر تبدیل کر دیا گیا۔ یہ لغت، جیسا کہ عرض کیا گیا، ان کے رسالے فصیح الملک میں قسط وار شائع ہوتی رہی لیکن نامکمل رہی۔ احسن مارہروی نے فصیح الملک کے پہلے شمارے (مئی ۱۹۰۵ء) ہی سے فصیح اللغات کی اشاعت کا آغاز کر دیا تھا، اگرچہ پہلے شمارے میں اس لغت پر صرف ایک تعارفی یا تمہیدی تحریر ہی شائع کی گئی جسے لغت کا دیباچہ کہنا چاہیے اور یہ احسن کے اپنے قلم سے ہے[۳۵]۔

صابر حسین جلیسری نے لکھا ہے کہ یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ احسن نے کس تاریخ سے فصیح اللغات کی ترتیب کا آغاز کیا البتہ گمانِ غالب ہے کہ انھوں نے حیدر آباد پہنچنے کے کچھ عرصے بعد ہی فصیح اللغات کی ترتیب کا آغاز کر دیا تھا[۳۶]۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ احسن کا اپنا بیان ہے کہ انھوں نے حیدر آباد پہنچنے سے قبل یعنی مارہرہ ہی میں داغ کے محاوروں کو جمع کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ فصیح اللغات سے قبل اس لغت کا نام فیضِ داغ تھا۔ یہ تاریخی نام ہے اور اس سے اس کے آغاز کا سال (۱۸۹۵ء) نکلتا ہے جب کہ داغ کے پاس وہ ۱۸۹۸ء میں پہنچے تھے، گویا حیدر آباد پہنچنے سے قبل اس لغت پر کام کے آغاز کا ثبوت بھی اس کے تاریخی نام سے ملتا ہے۔ فصیح الملک کے پہلے شمارے میں اپنی تمہید یا تعارف میں احسن نے لکھا ہے کہ استاد کے کلام میں زبان کی صفائی، محاورات کی پابندی اور دیگر خوبیاں دیکھ کر جوش اٹھا اور تمام محاوروں کے جمع کرنے کا خیال آیا لیکن چوں کہ تمام محاورات کو جمع کرنا آسان نہ تھا لہٰذا اس مقولے "ما لا یدرك كلهٗ لا یترك كلهٗ" (احسن کے اپنے

روفقا بنیاد ۷۱

الفاظ میں ترجمہ یہ ہے: "جو بات تمام و کمال دریافت نہ ہو سکے اس کو بالکل نہ چھوڑ دینا چاہیے") پر عمل کیا اور صرف اپنے استاد داغ دہلوی کے کلام پر اکتفا کرتے ہوئے ان کے رقم کردہ محاورات جمع کرنے شروع کیے[۳۷]۔ احسن کے اپنے بیان کے مطابق وہ ۱۸۹۸ء میں استاد کے پاس حیدر آباد (دکن) پہنچے اور محاورات کی جمع آوری کا جو کام تیار تھا، وہ انھیں دکھایا۔ انھوں نے پسند کیا اور اس کی با قاعدہ ترتیب کی تاکید کی[۳۸]۔ گویا وہ اس وقت تک اس لغت کا کچھ نہ کچھ کام کر چکے تھے۔ احسن کو اپنے استاد داغ دہلوی سے حد درجہ محبت اور عقیدت تھی جو اس رسالے کے نام اور اس کے مشمولات کے علاوہ احسن کی دیگر تحریروں سے بھی واضح ہے۔ اسی لیے اس لغت کا نام احسن نے بقول خود ان کے فیضِ داغ رکھا تھا کیوں کہ بحسابِ جُمل یہ اپنی ابتدا (۱۸۹۵ء) کا پتا دیتا تھا لیکن استاد نے اس کا نام فصیح اللغات تجویز کیا[۳۹]۔ احسن کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ احسن نے ۱۸۹۵ء ہی میں اس کام کا آغاز کر دیا تھا کیوں کہ فیضِ داغ سے ۱۸۹۵ کے اعداد بر آمد ہوتے ہیں۔ داغ کے کلام میں جو الفاظ و محاورات اس وقت تک نہیں آئے تھے، ان کے لیے احسن نے داغ دہلوی سے اشعار کہلوانے شروع کیے اور روزانہ دس بیس تازہ شعر شامل ہوتے رہتے تھے[۴۰]۔ لیکن احسن کے مارہرہ جانے اور پھر داغ کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے لغت کا کام بند ہو گیا۔

لغت کے متن کی اشاعت کا آغاز فصیح الملک کے دوسرے شمارے (جون ۱۹۰۵ء) سے ہوا۔ لغت کے صفحات رسالے کے بالکل آخر میں یعنی رسالے کے مشمولات کے اختتام پر شائع کیے جاتے تھے اور یہ ایک طرح سے ضمیمہ یا اضافی صفحات ہوتے تھے جن پر شمار کے اعداد باقی رسالے کے مشمولات سے ہٹ کر اور تسلسل میں ہوتے تھے، یعنی رسالے کے صفحات کے نمبر ختم ہونے پر فصیح اللغات کے صفحات کی گنتی شمار ہوتی تھی۔ اس کی وضاحت کے طور پر عرض ہے کہ رسالے کی ضخامت بالعموم چالیس (۴۰) صفحات ہوتی تھی اور پہلے شمارے میں رسالے کے مضامین وغیرہ کے خاتمے کے بعد اگلے صفحے سے فصیح اللغات کا دیباچہ شروع ہوتا ہے اور اس دیباچے سے صفحات کا شمار ایک (۱) کے عدد سے کیا گیا ہے اور چھے (۶) پر ختم ہوا ہے۔ اگلے شمارے میں رسالے کے محتویات کے اختتام پر لغت کا آغاز ہوا ہے۔ اس دوسرے شمارے کے مضامین وغیرہ پر صفحات کے نمبر اپنی ترتیب سے ہیں لیکن لغت کے صفحات کا شمار سات (۷) سے شروع ہوتا ہے۔ اسی انداز میں تسلسل سے صفحات کو ہر قسط میں شمار کیا گیا ہے اور آخری شمارے (اگست ۱۹۱۰ء) میں لغت کا اختتام صفحہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) پر ہوتا ہے۔

اگرچہ احسن نے لکھا ہے کہ: "فصیح اللغات کی ترتیب اوّل سے آخر تک پوری ہو چکی ہے"[۴۱] لیکن بظاہر اس کے کوئی شواہد و قرائن نہیں ہیں کہ لغت مکمل ہو گئی ہو کیوں کہ ۱۹۰۵ء میں داغ کے انتقال کے بعد احسن ۱۹۴۰ء تک یعنی کوئی پینتیس (۳۵) برس تک حیات رہے، تصنیف و تالیف کے علاوہ علی گڑھ میں تدریس میں بھی مصروف رہے اور ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں؛ لہٰذا اگر چاہتے تو لغت کے بقیہ حصوں میں سے کچھ حصے ہی کہیں چھپوا دیتے لیکن اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ احسن مارہروی کے صاحب زادے

رفیق مارہروی (۱۹۱۶ء-۱۹۶۷ء) کو البتہ اس لغت کے بقول خود ان کے "چند اجزا" دست یاب ہوئے تھے جو غیر مطبوعہ تھے[۴۲]۔ اور پھر یہ کہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) صفحات جو اقساط کی صورت میں فصیح الملک میں شائع ہوئے، ان میں لغت حرف 'ب' کے ابتدائی الفاظ تک ہی پہنچ سکی اور اس کا آخری اندراج "باتوں باتوں میں کام نکالنا" ہے۔ اگر لغت مکمل ہو گئی ہوتی، جیسا کہ احسن نے لکھا ہے، تو حرف 'ب' کی تقطیع کے بعد کے الفاظ پر مشتمل بلا مبالغہ اس کے ہزاروں نہیں تو سیکڑوں صفحات مزید ہوتے اور یہ ممکن نہیں کہ احسن کو ان سیکڑوں یا ہزاروں صفحات کے طبع کرانے کا یا محفوظ کرنے کا خیال پینتیس برس تک نہ آیا ہو۔ لہٰذا احسن کے اس دعوے پر یقین کرنا مشکل ہے کہ لغت مکمل ہو چکی تھی۔ البتہ چند مزید اجزا کے وجود کا ذکر ملتا ہے جو رفیق مارہروی کے پاس محفوظ تھے، جیسا کہ سطورِ بالا میں ذکر ہوا، لیکن پھر ان اجزا کا کیا بنا، اس کا علم نہ ہو سکا۔

احسن کے علاوہ داغ خود بھی متمنی تھے کہ فصیح اللغات جلد مکمل ہو کر شائع ہو لیکن احسن کے حیدرآباد (دکن) سے چلے جانے سے داغ دہلوی خفا ہو گئے تھے کیوں کہ لغت کا کام رک گیا تھا۔ داغ کے خطوط بنام احسن مارہری میں یہ ناراضی کئی جگہ واضح ہے لیکن داغ یہ بھی مانتے تھے کہ یہ کام احسن کے سوا کوئی اور ان کے شاگردوں میں سے نہیں کر سکتا تھا[۴۳]۔ احسن مارہروی نے اعتراف کیا ہے کہ فصیح اللغات کے کام میں میرے مارہرہ چلے جانے سے خلل پڑ گیا اور اس پر استاد مایوس اور متاسف تھے اور وقتاً فوقتاً اپنی ناراضی کا اظہار بھی اپنے خطوط میں کرتے تھے[۴۴]۔ لیکن احسن اپنے نجی مسائل کے سبب مارہرہ گئے تھے اور خاصے عرصے تک ان مسائل میں الجھے رہنے کی وجہ سے واپس دکن نہ جا سکے۔ اس کے بعد ۱۹۰۵ء میں داغ کا انتقال ہو گیا اور احسن مارہروی دکن کے بجائے ۱۹۰۵ء میں لاہور پہنچے اور وہاں سے رسالہ شائع کرنا شروع کیا۔

فصیح اللغات کی اشاعت

فصیح اللغات کے مطبوعہ صفحات کی تعداد صابر حسین جلیسری نے ایک جگہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) اور دوسری جگہ تین سو چوالیس (۳۴۴) لکھی ہے[۴۵]۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس لغت کے تین سو ساٹھ صفحات شائع ہوئے تھے۔ البتہ اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ فصیح الملک میں قسط وار اشاعت کے ۱۹۰۵ء میں آغاز سے قبل اس لغت کے کچھ اجزا داغ دہلوی نے اپنے طور پر حیدرآباد (دکن) میں طبع کرا لیے تھے، اگرچہ وہ نامکمل صورت ہی میں رہے۔ داغ کا انتقال فروری ۱۹۰۵ء میں ہوا اور فصیح الملک میں فصیح اللغات کی اشاعت قسطوں کی صورت میں مئی ۱۹۰۵ء سے شروع ہوئی (اگرچہ پہلی قسط میں صرف دیباچہ تھا اور لغت کے مشمولات دوسرے شمارے یعنی جون ۱۹۰۵ء سے چھپنا شروع ہوئے)۔ صابر حسین جلیسری کے علاوہ تمکین کاظمی (۱۹۰۲ء-۱۹۶۱ء) کے ایک بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فصیح اللغات کے اجزا کی طباعت فصیح الملک میں اشاعت سے پہلے شروع ہو گئی تھی۔ جلیسری

صاحب نے لکھا ہے کہ فصیح اللغات کے کچھ اجزا مطبع شمسی حیدر آباد (دکن) میں محمد ابراہیم خان مالکِ مطبع کی نگرانی میں چھپے تھے[۴۶]۔ تمکین کاظمی نے لکھا ہے کہ ”فصیح اللغات کے دو جزو نہایت گندہ [کذا] کاغذ پر بڑی ہی خراب لکھائی چھپائی سے شائع ہوئے تھے جو مطبع شمسی ہی میں پڑے رہے“[۴۷]۔ کاظمی صاحب کے مطابق پریس کو چھپائی کے معاوضے کی ادائی نہیں کی گئی تھی۔ اس زمانے میں احسن مارہروی حیدر آباد (دکن) سے جا چکے تھے اور داغ ان سے خفا تھے۔ ان مطبوعہ دو اجزا کے بارے میں بھی مزید کوئی تفصیل کہیں دست یاب نہیں ہوتی۔ غالباً اس کی طباعت نامکمل رہی ہو گی اور دو اجزا میں شاید بتیس (۳۲) صفحات ہی چھپ سکے ہوں گے کیوں کہ چھوٹی تقطیع کی کتاب کا ایک جزو بالعموم سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔

فصیح اللغات کی اَقساط، فصیح الملک میں

فصیح الملک میں فصیح اللغات کی جو اقساط شائع ہوئیں ان کی تفصیل ذیل میں پیش ہے اور یہ تفصیل پہلی بار اس طرح یک جا منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ راقم نے یہ اقساط سال ۲۰۱۱ء سے جمع کرنی شروع کیں اور ایک طویل عرصے تک مسلسل سعی و کاوش سے جمع کرتا رہا لیکن افسوس کہ ایک قسط ہنوز ہاتھ نہیں آ سکی ہے۔ اس ایک قسط کو چھوڑ کر باقی پوری لغت، جس کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) صفحات ہیں، کی اقساط کی عکسی نقول راقم کے پاس موجود و محفوظ ہیں اور یہ سوچ کر یہ تفصیل یہاں پیش کی جا رہی ہے کہ وہ قسط شاید کبھی نہیں ملے گی اور اسے مدوّن و مرتّب کرنے کا خواب تشنۂ تعبیر ہی رہے گا لہٰذا اہلِ علم تک اس لغت سے متعلق کچھ ضروری معلومات ہی پہنچا دی جائیں اور مطبوعہ اقساط کی تفصیل دے دی جائے۔ ممکن ہے کوئی نوجوان محقق اس قسط کو تلاش کر لے اور لغت کو مرتب کر کے شائع کر دے۔ ایسے نوجوان محقق کی خدمت میں راقم کے پاس موجود بقیہ تمام اقساط پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن کرم فرماؤں نے اس لغت کی اقساط کی فراہمی میں تعاون فرمایا[۴۸] ان تمام کی علم دوستی اور بے غرض تعاون کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فصیح الملک کے مشمولات، صفحات اور ان شماروں کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

فصیح الملک ماہانہ رسالہ تھا لیکن اشاعت میں تعطل کے سبب اس کے کچھ شمارے مشترک شائع ہوئے تھے جن کی تفصیل ابراہیم خلیل نے دی ہے اور ان کے مطابق فصیح الملک کے اَڑتیس (۳۸) شمارے شائع ہوئے[۴۹]۔ درجِ ذیل فہرست میں اسی لیے بعض شماروں کے ساتھ ایک سے زیادہ مہینوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ ان اڑتیس میں سے چھتیس (۳۶) شماروں میں فصیح اللغات کی اقساط اور ایک شمارے میں اس کا دیباچہ شائع ہوا۔ ان سینتیس (۳۷) شماروں میں مطبوعہ فصیح اللغات (مرتبہ احسن مارہروی) کی اقساط کی تفصیل یہ ہے:

شمار	مشمولات	شمارہ	صفحات
۱	دیباچہ (از احسن مارہروی)	مئی ۱۹۰۵ء	۱-۶
۲	آ تا آپ کی خفت مرے [کذا] سر آنکھوں پر	جون ۱۹۰۵ء	۷-۱۴
۳	آپ میں آنا تا آتا ہے	جولائی ۱۹۰۵ء	۱۵-۲۲
۴	آتا نہو [کذا] تا آج سے کل دور نہیں	اگست ۱۹۰۵ء	۲۳-۳۰
۵	آج کل تا آسرا	ستمبر/ اکتوبر ۱۹۰۵ء	۳۱-۴۶
۶	آسا[۵۰] تا آفتاب	نومبر ۱۹۰۵ء	۴۷-۵۴
۷/ ۸	آفتاب چھپائے سے کب چھپتا ہے تا آنکھیں چندھیانا یا چندھیا جانا[۵۱]		۵۵-۹۴
۹	آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہیں تا آونا	مئی ۱۹۰۶ء	۹۵-۱۰۲
۱۰	آوارہ کرنا تا آئے نہ آئے	جون ۱۹۰۶ء	۱۰۳-۱۰۹
۱۱	(شمارہ دست یاب نہ ہونے کے سبب اندراجات کا علم نہ ہو سکا)	جولائی/ اگست ۱۹۰۶ء	۱۱۰-۱۲۵
۱۲	اتار چڑھاو تا اٹھتے اٹھتے	ستمبر ۱۹۰۶ء	۱۲۶-۱۳۳
۱۳	اٹھائے نہ اٹھنا[۵۲] تا اختیار	اکتوبر ۱۹۰۶ء	۱۳۴-۱۴۱
۱۴	اختیار دینا تا ارمغاں	نومبر/ دسمبر ۱۹۰۶ء	۱۴۲-۱۴۹
۱۵	ارے تا استعارہ	جنوری/ فروری ۱۹۰۷ء	۱۵۰-۱۵۷
۱۶	استعمال تا افسانہ کہنا	مارچ/ اپریل ۱۹۰۸ء	۱۵۸-۱۸۵
۱۷	افسر تا التجا سننا	مئی تا دسمبر ۱۹۰۸ء	۱۸۶-۲۰۱
۱۸	التجا سے کہنا تا الزام ہونا	جنوری ۱۹۰۹ء	۲۰۲-۲۰۹
۱۹	اُلش تا اللہ اللہ	فروری ۱۹۰۹ء	۲۱۰-۲۱۷
۲۰	اللہ اللہ رے تا الم	مارچ ۱۹۰۹ء	۲۱۸-۲۲۵
۲۱	الم ہونا تا امتحان دینا	اپریل ۱۹۰۹ء	۲۲۶-۲۳۳
۲۲	امتحان کرنا تا امید پر	مئی ۱۹۰۹ء	۲۳۴-۲۴۱
۲۳	امید ٹوٹنا یا ٹوٹ جانا تا انتخاب کرنا	جون ۱۹۰۹ء	۲۴۲-۲۴۹
۲۴	انتظار تا انداز پیدا کرنا	جولائی ۱۹۰۹ء	۲۵۰-۲۵۷

شمار	مشمولات	شمارہ	صفحات
۲۵	انداز سے تا انشا	اگست ۱۹۰۹ء	۲۶۵-۲۵۸
۲۶	انصاف تا انگلیاں چٹکنا	ستمبر ۱۹۰۹ء	۲۷۳-۲۶۶
۲۷	انگلیاں چمکانا تا او جھل	اکتوبر ۱۹۰۹ء	۲۸۱-۲۷۴
۲۸	اوچھا تا اوڑھوں کہ بچھاؤں	نومبر ۱۹۰۹ء	۲۸۹-۲۸۲
۲۹	اوس تا اوّل یا	دسمبر ۱۹۰۹ء	۲۹۶-۲۸۹
۳۰	اونٹ[۵۳] تا اے	جنوری ۱۹۱۰ء	۳۰۴-۲۹۷
۳۱	ایاز تا ایکا	فروری ۱۹۱۰ء	۳۱۲-۳۰۵
۳۲	ایک آدھ تا ایک سے لاکھ تک	مارچ ۱۹۱۰ء	۳۲۰-۳۱۳
۳۳	ایکسا[۵۴] تا ایمانداری اٹھ گئی	اپریل ۱۹۱۰ء	۳۲۸-۳۲۱
۳۴	ایمان کی کہنا تا ایہام	مئی ۱۹۱۰ء	۳۳۶-۳۲۹
۳۵	ب تا بات	جون ۱۹۱۰ء	۳۴۴-۳۳۷
۳۶	بات (جاری) تا بات سچی ہونا	جولائی ۱۹۱۰ء	۳۵۲-۳۴۵
۳۷	بات سننا تا باتوں میں کام نکالنا	اگست ۱۹۱۰ء	۳۶۰-۳۵۳

فصیح اللغات کے اندراجات کا تنقیدی جائزہ

یہ درست ہے کہ احسن مارہروی نے فصیح اللغات کی ترتیب و تدوین کا آغاز بنیادی طور پر داغ کے محاورات کو منضبط کرنے کے لیے کیا تھا اور داغ دہلوی کے ایک اور شاگرد جوش ملسیانی (۱۸۸۴ء-۱۹۷۶ء) کے بقول اردو کے بہت سے محاورات ایسے تھے جن کی سند نہیں ملتی تھی اور احسن نے داغ سے فرمائش کرکے ایسے سیکڑوں اشعار کہلوائے[۵۵] تاکہ انھیں فصیح اللغات میں شامل کیا جاسکے اور یوں ان کی سند بھی میسر آجائے۔ دراصل احسن خود بھی داغ کی طرح محاورات کے استعمال کے شائق تھے چناں چہ احسن کی اپنی شاعری کے علاوہ فصیح اللغات بھی اسی شوق کی آئینہ دار ہے اور فصیح اللغات کی ترتیب و تدوین میں داغ اور احسن دونوں کے محاورات اور ضرب الامثال کے استعمال کے شوق کو بھی دخل ہے۔ بلکہ غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے بقول فصیح اللغات کی ترتیب و تدوین محاورات کے استعمال کے مقصد کے تحت ہی تھی[۵۶]۔ تاہم یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ فصیح اللغات میں صرف محاورات ہی نہیں ہیں بلکہ مفرد الفاظ بھی بطور اندراج پیش کیے گئے ہیں جب کہ اس کے برعکس محاوراتِ داغ، جو بعد

میں لکھی گئی، میں صرف محاورات ہیں۔ محاوراتِ داغ کے مرتب ولی احمد خاں کے مطابق ان کی لغت فصیح اللغات کو پورا کرنے کی کوشش ہے[۵۷]۔

لغت نویسی کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فصیح اللغات کے اندراجات کے ضمن میں کچھ نکات مختصراً پیش ہیں:

۱۔ اندراجات کی تعداد:

پہلا اندراج ''آ'' کا ہے اور آخری اندراج ''باتوں باتوں میں کام نکالنا'' کا۔ چھوٹی تقطیع کے تین سو ساٹھ صفحات ہیں اور اسناد اور وضاحتوں کی وجہ سے فی صفحہ پانچ یا چھے اندراجات کی اوسط ہو گی، اگرچہ بعض صفحات پر ایک ہی اندراج ہے یا بعض پر طویل وضاحت کی وجہ سے ایک بھی نہیں ہے۔ تاہم احتیاطاً اگر چھے اندراجات فی صفحہ کی اوسط مانی جائے تو تین سو ساٹھ صفحات پر تخمیناً دو ہزار دو سو کے قریب انداراجات ہوں گے۔ ان میں مرکبات و محاورات بھی ہیں اور مفرد لفظ بھی۔ اس لحاظ سے نامکمل صورت میں یہ لغت کوئی بہت ضخیم لغت نہیں ہے۔

۲۔ ترتیبِ حروفِ تہجی:

فصیح اللغات کی ترتیب حروفِ تہجی کے حساب سے کی گئی ہے۔ پہلے جلی قلم سے لفظ یا محاورے کا اندراج کیا گیا ہے اور پھر تشریح وغیرہ ہے۔ لیکن اندراجات میں الف ممدودہ (آ) سے شروع ہونے والے الفاظ پہلے درج ہیں اور پہلا اندراج لفظ ''آ'' کا ہے اور پھر ''آ آکر''، ''آ آ کے'' اور ''آب'' وغیرہ جیسے الفاظ و مرکبات بطور اندراج پیش کیے گئے ہیں۔ گویا لغت کا آغاز الف ممدودہ (آ) سے شروع ہونے والے الفاظ سے ہوتا ہے جب کہ اردو لغت بورڈ کی طے کردہ ترتیب میں الف مقصورہ (یعنی ''ا'') سے شروع ہونے والے الفاظ کا اندارج پہلے کیا جانا چاہیے اور الف ممدودہ (آ) کے الفاظ کا اندراج الف مقصورہ سے شروع ہونے والے تمام الفاظ کے اندراج کے بعد ہو گا۔ گویا اردو لغت میں پہلے الف مقصورہ کی تقطیع قائم کی جائے گی اور پھر الف ممدودہ کی۔ بورڈ کی بائیس (۲۲) جِلدوں پر محیط لغت اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں یہی ترتیب قائم کی گئی۔

دراصل اردو لغت بورڈ نے یہ طے کیا تھا کہ مفرد حروف ترتیب میں پہلے آئیں گے اور مرکب حروف بعد میں، اور الف ممدودہ چوں کہ دو الفوں (الف جمع الف) کے برابر ہے لہٰذا الف مقصورہ پہلا حرف ہے اور اس سے شروع ہونے والے الفاظ کا اندراج لغت میں پہلے ہو گا اور الف ممدودہ کی تقطیع اس کے بعد قائم کی جائے گی۔ گویا ''ا'' (الف) پہلا حرفِ تہجی ہے اور ''آ'' دوسرا حرفِ تہجی۔ اسی طرح ''ب'' کے بعد ''بھ'' سے شروع ہونے والے الفاظ کا اندراج ہو گا کیوں کہ ''بھ'' (ب جمع ھ) مرکب حرف ہے اور پھر ''ت''

اور اس کے بعد "تھ" کے الفاظ، وعلیٰ ہٰذا القیاس[۵۸]۔

لیکن فصیح اللغات میں پہلے الف ممدودہ کی تقطیع قائم کی گئی ہے۔ البتہ یہ ترتیبِ حروفِ تہجی اس لحاظ سے غنیمت ہے کہ اس میں اگر الف ممدودہ کو پہلا حرفِ تہجی مانا گیا ہے تو الف ممدودہ سے شروع ہونے والے تمام الفاظ پہلے درج کیے گئے ہیں اور الف ممدودہ کے بعد الف مقصورہ کی تقطیع قائم کی گئی ہے اور الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ مکمل ہونے کے بعد الف مقصورہ کی تقطیع قائم کرکے اس کے الفاظ درج ہیں۔ اس طرح قاری کو لفظ تلاش کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جب کہ متداوّل اردو لغات میں ترتیبِ حروف کے ذیل میں ایک عجیب بے قاعدگی پائی جاتی ہے اور فرہنگِ آصفیہ[۵۹] جیسی اردو کی مستند و معتبر لغت میں بھی الف مقصورہ اور الف ممدودہ کی الگ الگ تقطیع قائم نہیں کی گئی ہے بلکہ پہلے حرف "ا" (الف) کا اندراج کرکے اس کی تشریح دی گئی ہے اور پھر "آ" کا اندراج ہے۔ لیکن الف ممدودہ سے شروع ہونے والے اندراجات مثلاً آب، آب ودانہ اور آبادی وغیرہ کے اندراج کے بعد فرہنگِ آصفیہ میں الف مقصورہ سے شروع ہونے والا لفظ "اُبال" درج کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایسے کئی الفاظ کا اندراج ہے جن کا پہلا حرف الف مقصورہ ہے، مثلاً ابتر، ابجد۔ لیکن ان کے بعد پھر الف ممدودہ سے شروع ہونے والے الفاظ درج کیے گئے، جیسے آبخورہ۔ ترتیب کا یہ انداز فرہنگِ آصفیہ میں الف کی پوری تقطیع میں موجود ہے اور اس کی وجہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں امتیاز نہ کرکے دونوں کو الف مان کر الفاظ کا اندراج ہے۔ لیکن اس طرح الف ممدودہ اور الف مقصورہ سے شروع ہونے والے الفاظ ایک ہی تقطیع میں آگئے ہیں اور قاری کو کسی لفظ کی تلاش میں دشواری ہوتی ہے۔ جب کہ امیر اللغات[۶۰] اور نور اللغات[۶۱] میں پہلے الف ممدودہ کی تقطیع قائم کی گئی ہے اور اس کے بعد الف مقصورہ کی۔ یہی صورت فصیح اللغات میں بھی ہے اور اس لحاظ سے غنیمت ہے کہ الف مقصورہ اور ممدودہ کے الفاظ ایک ہی تقطیع میں جمع نہیں کیے گئے ہیں۔ البتہ بعد کے دور میں اردو لغت بورڈ کی قائم کردہ ترتیب و ترجیح اصولاً درست ہے یعنی پہلے الف مقصورہ کی تقطیع اور پھر الف ممدودہ کی تقطیع ہونی چاہیے۔

۳۔ تلفظ:

فصیح اللغات میں مندرج لفظ کے تلفظ کی وضاحت کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں ہے۔ اردو لغات میں، خاص طور پر ابتدائی دور کی مرتبہ لغات میں، لفظ کے تلفظ کو باقاعدہ منضبط کرنے کا کوئی ایسا رواج یا انداز نظر نہیں آتا جسے تلفظ ظاہر کرنے کا نظام یا باقاعدہ طریقہ کہا جاسکے۔ اگر بعض لغات میں کوئی نظام اپنایا بھی گیا ہے تو اس کی تسلسل سے پابندی نہیں کی گئی۔ اردو میں تلفظ بتانے کے بالعموم چار طریقے رائج رہے ہیں: ملفوظی، مکتوبی، مساوی الحروف اور اعراب بالحروف[۶۲]۔ فصیح اللغات میں ملفوظی طریقے سے تلفظ کی نشان دہی نہیں کی گئی ہے البتہ کہیں کہیں مکتوبی طریقے سے تلفظ بتایا گیا ہے۔ ملفوظی طریقہ، جسے توضیحی طریقہ بھی کہتے ہیں

،لغات میں تلفظ واضح کرنے کا ایک انداز ہے جس میں لفظ کے اندراج کے بعد قوسین (brackets) میں ہر حرف کے اِعراب (زبر، پیش وغیرہ) کو ظاہر کیا جاتا ہے، مثلاً لفظ ''نظر'' لکھ کر قوسین میں بتایا جائے گا کہ نون پر زبر ہے اور ظوے پر بھی زبر ہے۔ مکتوبی طریقے میں لغت میں لفظ کے اندراج کے بعد اسی کے حروف پر اِعراب لگا دیے جاتے ہیں، مثلاً لفظ ''نظر'' لکھ کر اس کے نون اور ظوے پر زبر کی چھوٹی ترچھی لکیر لگا دی جاتی ہے (یعنی اس طرح: نَظَر)۔ آخری حرف کے اعراب نہیں بتائے جاتے کیوں کہ مستثنیات کو چھوڑ کر اردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے اور اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی[۶۳]۔

فصیح اللغات میں تلفظ بتانے کے مکتوبی طریقے میں بھی باقاعدگی نہیں ہے، کہیں ایک ایک حرف پر اعراب دیے گئے ہیں، کہیں سب حروف پر اور کہیں کوئی اعراب نہیں ہے، مثلاً لفظ ''ارمان'' اور ''ارمغان'' پر کوئی اعراب نہیں دیے گئے نہ ملفوظی طور پر وضاحت کی ہے[۶۴]۔ اور ایسے کئی اندراجات ہیں جن کے تلفظ کے بارے میں کسی قسم کی کوئی نشان دہی نہیں کی گئی ہے۔ لیکن ''آپس میں'' کے اندراج میں الف ممدودہ پر زبر لکھا گیا ہے (جو غیر ضروری ہے) اور سین پر جزم ہے اور 'پ' کو چھوڑ دیا گیا ہے حالاں کہ یہاں 'پ' کے اعراب کی وضاحت ضروری تھی لیکن اس پر کوئی علامت نہیں ہے۔ پھر معنی لکھنے سے پہلے لکھا ہے ''ا[الف] بفتح باے فارسی''۔ پھر معنی لکھنے اور سند کا شعر دینے کے بعد ''فائدہ'' کی سرخی دے کر وضاحت کی ہے کہ ''بعض ناواقف آپس کی پے پیش سے بولتے ہیں، یہ غلطی ہے''[۶۵]۔ لفظ ''اودھم'' کے مکتوبی اعراب اس طرح دیے کہ الف کے اوپر الٹا پیش لگا ہے، واو پر جزم اور دال پر زبر۔ پھر تلفظ کی وضاحت کے ایک طریقے مساوی الحروف کو استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے ''بروزنِ بودم''[۶۶]۔ اردو کی بعض ابتدائی لغات میں تلفظ کی نشان دہی کا یہ طریقہ، جسے مساوی الحروف کہتے ہیں، رائج رہا ہے لیکن یہ ناقص اس لیے ہے کہ جس لفظ سے پہلے ''بروزن'' لکھ کر وضاحت کے لیے پیش کیا جاتا ہے (جیسے یہاں ''بودم'' لکھا گیا ہے) اگر اس وضاحت کے لیے پیش کیے گئے لفظ کا تلفظ ہی قاری کو معلوم نہ ہو تو وہ غریب کیا کرے؟

تلفظ کی وضاحت میں اس طرح کی بے قاعدگی لغت کے معیار پر سوال اٹھاتی ہے۔

۴۔ قواعدی حیثیت:

لغات میں الفاظ کا درست مفہوم واضح کرنے کے لیے ان کی قواعدی نوعیت یا حیثیت بھی واضح کی جاتی ہے اور یہ انگریزی لغات میں بھی رائج ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے بالعموم ''ورڈ کلاس'' (word class) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے[۶۷] جس کا مقصد parts of speech یعنی اجزائے کلام کی نشان دہی ہے۔ قواعدی نوعیت کی بنیاد پر الفاظ کی گروہ بندی کا یہ تصوّر لاطینی اور یونانی قواعد میں بھی موجود تھا اور یہ تصوّر کسی زبان کے پورے ڈھانچے کو بحیثیتِ مجموعی بیان کرتا ہے[۶۸]۔

اردو لغات میں بھی لفظ کی قواعدی حیثیت بیان کی جاتی ہے اور اس کا مقصد لغت کے قواعدی تفاعل کو تفصیل سے بیان کرنا نہیں ہوتا کیوں کہ یہ کام تو قواعد کا ہے لیکن لغات میں لفظ کی قواعدی نوعیت بیان کرنے سے اس کا سیاقی استعمال واضح ہوتا ہے[۶۹]۔ جابر علی سید کا خیال ہے کہ لغت نویس کو چاہیے کہ وہ لفظ کی بنیادی نوعیت بتا دے، بہت تفصیل میں جانا اس کے لیے ضروری نہیں، مثلاً لفظ "تیرہ" (۱۳) کو اسم اور مذکر لکھنا کافی ہے، اسے اسمِ عدد لکھنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح مثلاً ملکی یا مدنی کو صفت لکھنا چاہیے اور قواعدی حیثیت کی مزید وضاحت مثلاً صفتِ نسبتی لکھنے کی ضرورت نہیں[۷۰]۔

لیکن فصیح اللغات میں اتنی زحمت بھی نہیں کی گئی کہ لفظ کی بنیادی قواعدی نوعیت ہی بتا دی جائے، البتہ لفظ کی تذکیر و تانیث پر بہت زور ہے۔ اس میں پہلے لفظ کا اندراج ہے، پھر لفظ کی جنس یعنی مذکر ہے یا مونث بتائی گئی ہے، پھر معنی و تشریح ہے۔ لیکن شاذ ہی کسی اندراج کے ساتھ اس کی قواعدی حیثیت یا قواعدی نوعیت (اسم، صفت، مصدر، فعلِ مرکب، متعلقِ فعل (adverb) وغیرہ) دی گئی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اردو کی دیگر لغات کے برعکس فصیح اللغات میں اندراج کی قواعدی حیثیت کی وضاحت کا کوئی باقاعدہ نظام یا مخفف سرے سے نہیں ہے، مثلاً فرہنگِ آصفیہ اندراجات کے بعد اسمِ مذکر، اسمِ مونث، فعلِ متعدی، فعلِ لازم اور صفت وغیرہ لکھ کر اس لفظ یا مرکب کی قواعدی حیثیت واضح کرتی ہے جس سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی خاص لفظ اجزائے کلام (parts of speech) کے لحاظ سے کس حیثیت کا حامل ہے اور اسے کس طرح استعمال کرنا ہے۔ لیکن فصیح اللغات میں بس کہیں کہیں کسی اندراج کے ساتھ اس طرح کی وضاحت کی گئی، مثلاً پہلے اندراج "آ" کے بعد لکھا ہے "آنا مصدر سے امر واحد حاضر کا صیغہ"[۷۱]۔ فصیح اللغات میں صرف اسم کی جنس بتائی گئی ہے، مثلاً آب خورا کے اندراج کے بعد 'مذکر' لکھا ہے[۷۲]۔ لفظ اضافت کے بعد 'مونث' لکھ دیا ہے، اور بس۔ نہ صفت کی نشان دہی کی ہے اور نہ فعل یا دیگر قواعدی حیثیتوں کی۔ اس سے لغت کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔

۵۔ تشریح اور معنی کی شقیں:

تشریح نگاری لغت نویسی کا اہم ترین اور مشکل ترین پہلو ہے۔ لیکن افسوس کہ اردو کی بیش تر لغات اس ضمن میں بیش تر مقامات پر تشنہ محسوس ہوتی ہیں۔ حالاں کہ لفظ کے معنی کی وضاحت کسی بھی یک زبانی لغت کا بنیادی وظیفہ ہے[۷۳]۔ جدید دور میں لغت میں الفاظ کی تشریح نگاری کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ تشریح آسان، سادہ اور ممکنہ حد تک عام زندگی کی گفتگو سے قریب تر ہو اور اس کی ایک مثال کوبلڈ انگلش لینگویج ڈکشنری (*COBUILD English Language Dictionary*) ہے جس میں لفظ کی تشریح میں تعریف (definition) دینے کے بجائے سمجھانے کے انداز میں جملے دیے گئے ہیں جیسے لفظ house کی تشریح کے طور پر

لکھا ہے:

A house is a building in which people live

(یعنی گھر ایک عمارت ہوتی ہے جس میں لوگ رہتے ہیں)[۴۴]۔

اردو میں خیر اس کی توقع تو بے جا ہے اور وہ بھی آج سے سوسوا سو سال پہلے کیوں کہ اردو کے اکثر لغت نویسوں نے تشریح نگاری یا معنی کی وضاحت کو مترادفات کی فہرست سازی سمجھ لیا ہے اور اردو لغات میں ایک اندراج کے مترادفات کے ڈھیر لگا کر سمجھا جاتا ہے کہ معنی کی وضاحت ہو گئی۔ اگرچہ لغت نویس کا مقصد مترادفات درج کرنے سے یہ ہوتا ہے کہ قاری مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے لیکن اس کا نقصان یہ ہوا کہ اردو لغات میں مترادفات کی کثیر تعداد سے رطب و یابس کی بھرمار ہو گئی[۴۵]۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس قاری کو کسی ایسے لفظ کا مفہوم نہیں معلوم جو تشریح کی جگہ مترادف کے طور پر لکھا گیا ہے وہ کیا کرے؟ کیا اس مترادف کو اسی لغت یا کسی اور لغت میں تلاش کرے؟ حقیقت یہ ہے کہ جدید دور میں، خاص طور پر انگریزی لغات میں، تشریح میں مترادفات کا استعمال کم سے کم ہوتا ہے اور معنی کی وضاحت تفصیل سے کرنے یا تعریف لکھنے کا رجحان ہے، خاص طور پر تکنیکی الفاظ و اصطلاحات کا بدل مترادفات کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر کنسائز اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (*Concise Oxford English Dictionary*) کے نئے ایڈیشن کو دیکھتے ہیں تو ادراک ہوتا ہے کہ اس میں لفظ کی صرف تشریح ہی کی گئی ہے اور مترادف شاذ و نادر ہی دیے گئے ہیں[۴۶]۔ فصیح اللغات میں بھی یہ کمی موجود ہے اور تشریح کم ہے لیکن مترادفات پر زور ہے۔ لیکن بعض الفاظ میں مترادفات کے بجائے صرف تشریح بھی دی ہے، اگرچہ ایسا بہت کم ہے۔

ایک خاص بات فصیح اللغات کی یہ ہے کہ بعض اوقات کسی لفظ یا محاورے کی وضاحت کے لیے معنی اور سند کے بعد ''فائدہ'' کی سرخی کے تحت اس کی وضاحت و تشریح کی گئی ہے اور کہیں کہیں یہ تشریح اور فوائد کی وضاحت خاصی طویل بھی ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں یہ وضاحت بہت مفید ہے اور اس میں قواعد و زبان کے بعض اہم نکات بھی آ گئے ہیں مگر لغات میں بالعموم اس طرح کی طویل تشریحات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مثلاً ''آتارہا'' کے اندراج کے بعد اس کے ذیل میں ''فائدہ'' کی سرخی کے تحت وضاحت دی ہے جو دو صفحات پر محیط ہے[۴۷]۔

فصیح اللغات میں الفاظ کے معنی اور ان کی تشریحات مختصر ہیں اور معنی کی شقیں بھی کم ہی بنائی ہیں، مثلاً لفظ ''آنا'' کے معنی کی تینتالیس (۴۳) شقیں دی گئی ہیں[۴۸]۔ جب کہ فرہنگِ آصفیہ (مرتبہ سید احمد دہلوی) میں اس کے معنی کی چھپن (۵۶) شقیں اور امیر اللغات (مرتبہ امیر مینائی) میں اس کی ستاون (۵۷) شقیں دی گئی ہیں (امیر اللغات نے اٹھاونویں شق بھی دی ہے مگر وہ روپے کا

سولھواں حصہ کے مفہوم میں ہے اور اس کا ایک املا "آنہ" بھی ہے۔ اصولاً اسے الگ لغت مان کر اس کا الگ اندراج کیا جانا چاہیے تھا)۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)' (پہلی جلد) میں لفظ آنا کے ساٹھ (۶۰) معنی شق وار درج ہیں۔ بہر حال، یہ بات طے ہے کہ احسن نے فرہنگِ آصفیہ اور امیر اللغات سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ ان کے دیباچے میں امیر اللغات اور فرہنگ آصفیہ کے ذکر سے بھی ظاہر ہے اور الف کے اندراجات اور تشریحات سے بھی۔ البتہ احسن نے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ اختصار تشریح اور معنی کی وضاحت میں بھی ہے اور معنی کی شقوں میں بھی۔ نور اللغات البتہ اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی لہٰذا اس سے استفادے کا کیا سوال تھا (نور اللغات، مرتبہ نور الحسن نیر، کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی تھی)۔

فصیح اللغات میں تشریح بالعموم مختصر ہے۔ کہیں کہیں تو صرف ایک مترادف لکھ دیا ہے اور بس۔ اس کے بعد داغ کے کلام سے دی گئی سند ہے، اور پھر مخفف کے ذریعے نشان دہی ہے کہ سند داغ کے کس مجموعے سے لی گئی ہے (ان مخففات کا ذکر آگے آرہا ہے)۔ تشریح کے لحاظ سے فصیح اللغات اکثر تشنہ محسوس ہوتی ہے، محض مترادفات یا چند الفاظ سے بعض اوقات معنی کی مکمل وضاحت نہیں ہو پاتی۔ معنی کی شقیں بھی صرف ان معنوں تک محدود ہیں جو داغ دہلوی کے محولہ اشعار سے نکل رہے ہیں اور یہ اصولاً درست ہے کیوں کہ کسی شاعر یا ادیب کے الفاظ کی فرہنگ کو ان معنوں تک ہی محدود رہنا چاہیے جو سند سے نکل رہے ہیں۔ اس طرح فصیح اللغات لغت کم اور فرہنگ زیادہ نظر آتی ہے۔

۶۔ اسناد

لغت نویسی میں لفظ کے معنی کسی نہ کسی سند کی بنیاد پر طے کیے جاتے ہیں اور یہ سند بالعموم کسی معروف و معتبر شاعر یا ادیب کی تحریر سے لی جاتی ہے۔ لغت میں جب استناد کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد تحریری اسناد ہی ہوتی ہیں اور زبانی استعمال کو بھی اب کورپس (corpus) میں شامل کیا جا رہا ہے لیکن یہ بہت مشکل بھی ہے اور مہنگا بھی[۷۹]۔ انگریزی کی پہلی باقاعدہ لغت کے مؤلف سیموئیل جانسن (Samuel Johnson، ۱۷۰۹ء-۱۷۸۴ء) نے اپنی لغت کا بنیادی مقصد ہی ادب کے ذریعے زبان کو زندہ رکھنا قرار دیا تاکہ زبان کا معیار طے ہو جائے، اگرچہ بعد میں خود اسے احساس ہوا کہ زبان کا معیار بدلتا رہتا ہے[۸۰]۔

اسناد اور ادب سے لغت کی سند لینے کے ضمن میں عرض ہے کہ حالیہ عرصے میں اردو کے بعض بڑے لکھنے والوں خصوصاً شعرا کے متون کی فرہنگیں بنائی گئی ہیں یہ یقیناً لغت نویسی میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں اور ان سے بعض الفاظ کے استعمال کی اسناد بآسانی (یہ اس کا درست املا ہے اسے با آسانی نہ لکھیے گا) لی جا سکتی ہیں۔ لیکن ان ادبی متون کی فرہنگوں میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جن میں کسی لفظ کے سارے معنی ایک ساتھ لکھ کر بعد میں تمام اسناد ایک جگہ دے دی گئی ہیں۔ لیکن یہ غلط طریقہ ہے کیوں کہ اس سے معلوم نہیں ہوتا

کہ کس معنی کی سند کون سی ہے۔ اس کے علاوہ آج کل کی بعض متنی فرہنگیں عام الفاظ تو لے لیتی ہیں اور تشریح طلب اور قلیل الاستعمال الفاظ چھوڑ دیتی ہیں۔ ایسی فرہنگوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ فصیح اللغات کا طریقہ اس ضمن میں یہ ہے کہ اگر کسی لفظ کے معنی کی ایک سے زیادہ شقیں ہیں تو قوسین میں شمار کے عدد (۱۔ ۲۔ ۳ وغیرہ) کے ذریعے اسے الگ کر لیا گیا ہے۔ مثلاً لفظ ''آب'' کے معنی یوں دیے ہیں:

(۱) مذکر، پانی۔

(۲) مؤنث، چمک دمک۔

(۳) مؤنث، دھار، باڑھ، خنجر یا تلوار وغیرہ کی روانی اور تیزی سے مراد ہے۔[۸۱]

معنی کی ہر شق کے بعد داغ کا ایک ایک شعر اس خاص مفہوم کی سند کے طور پر پیش کیا ہے اور یہی لغت نیز متنی فرہنگ میں استناد کا درست طریقہ ہے۔ پھر لفظ 'آب' کے ضمن میں اس کے بعد ''فائدہ'' کی سرخی کے تحت لکھا ہے: ''یہ تینوں لفظ [کذا] فارسی زبان کے ہیں اور انھیں معنوں میں مستعمل ہیں۔ اردو میں آب نمبر (۱) کا استعمال بغیر ترکیبِ فارسی یا بجبوریِ قافیہ و نظم تنہا فصیح نہیں ہے''[۸۲]۔ احسن کی یہ بات درست ہے لیکن اصولاً یہاں ''تینوں لفظ'' کے بجائے ''تینوں معنی'' لکھنا چاہیے تھا کیوں کہ لفظ (یعنی آب) تو ایک ہی ہے، اور معنی تین ہیں۔ اگرچہ یہ وضاحت مفید بھی ہے لیکن لغت میں عام طور پر اس طرح سے وضاحت نہیں کی جاتی۔ ہاں البتہ بعض انگریزی لغات میں نو آموزوں (learners) کے لیے ایسے اندراجات کے بعد مختصر وضاحت چند سطروں میں ایک خانے (box) میں کی جاتی ہے جن سے کوئی الجھن پیدا ہونے کا امکان ہو، بالخصوص ہجے (spelling) یا معنی میں التباس ہونے کے خدشے کی بنا پر۔ لیکن یہ عمومی لغات میں نہیں ہوتا اور اس طرح کی وضاحتیں خصوصی لغات ہی میں مناسب معلوم ہوتی ہیں، مثلاً نو آموزوں کے لیے مرتب کی گئی لغت اوکسفرڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری (*Oxford Advanced Learner's Dictionary*) میں اس طرح کی وضاحتیں خانے (boxes) بنا کر کی گئی ہے[۸۳]۔

۷۔ ماخذ زبان اور اشتقاق:

لغت میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جو لفظ درج کیا گیا ہے اس کا لسانی ماخذ کیا ہے نیز اس کا اشتقاق کیا ہے۔ اردو کی بعض لغات مثلاً فرہنگِ آصفیہ اور نور اللغات وغیرہ میں اندراجات کے بارے میں مخففات کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ یہ لفظ کس زبان سے اردو میں آیا ہے، مثلاً ع (عربی)، ف (فارسی)، تر (ترکی)، س (سنسکرت) وغیرہ۔ اس کے علاوہ بعض لغات لفظ کا اشتقاق بھی بتاتی ہیں، مثلاً اردو لغت بورڈ کی لغت میں کئی عربی الفاظ کی ماخذ زبان (عربی) کی نشان دہی کر کے اس لفظ کے سہ حرفی عربی مادّے کی

وضاحت کی گئی ہے۔ لیکن فصیح اللغات میں اس طرح کی کوئی وضاحت نہیں ہے، اِلّا یہ کہ کہیں "فائدہ" کی سرخی کے تحت ماخذ زبان سے متعلق کہیں کچھ بتادیا ہے، مثلاً لفظ "آتش" کے تلفظ پر بحث کرتے ہوئے کہ اس میں 'ت' مفتوح ہے یا مکسور، لکھا ہے کہ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے[۸۴]۔

۸۔ رجسٹر (register)

لغت نویسی کے اصولوں میں یہ بھی داخل ہے کہ اندراجات کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کا رجسٹر (register) کیا ہے۔ رجسٹر کے علاوہ ایک اور اصطلاح لیبل (label) کی بھی لغت نویسی میں استعمال ہوتی ہے۔ ان دونوں اصطلاحات (رجسٹر اور لیبل) کا کوئی اردو مترادف یا ترجمہ رائج نہیں ہے[۸۵]۔ البتہ محمد ذاکر نے اس مفہوم میں "سیاقی معنی" کی ترکیب استعمال کی ہے[۸۶]۔ رجسٹر (register) سے مراد ہے لفظ کا وہ استعمال جو زبان کے اسلوب (style) یا مخصوص صورت حال میں زبان کے استعمال یا خاص قسم کے گروہوں کی زبان اور اس کے پس منظر سے وابستہ ہے، مثلاً صحافیوں کی زبان، کھیل کی اصطلاحات، مجرموں کی زبان اور عدالتی سیاق میں زبان کا استعمال وغیرہ سب رجسٹر کی مثالیں ہیں[۸۷]۔ رجسٹر کسی متن کی نشان دہی کرتا ہے یعنی وہ رسمی (formal) ہے یا غیر رسمی (informal)[۸۸]۔ رجسٹر پر تفصیلی بحث کے بعد لیلیٰ عبدی خجستہ نے اس کا نچوڑ یوں پیش کیا ہے: رجسٹر میں تین خصوصیات پائی جاتی ہیں، پس منظر (field)، اظہار کا طریقہ (mode) اور اندازِ بیاں (tenor)[۸۹]۔ رجسٹر کی وضاحت کے لیے جو الفاظ یا اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں، مثلاً رسمی، غیر رسمی، امریکی انگریزی، برطانوی انگریزی، قدیم، توہین آمیز وغیرہ ان کو لغت نویسی کی اصطلاح میں لیبل (label) کہتے ہیں[۹۰]۔ گویا جو لفظ کسی "رجسٹر" (پس منظر یا اسلوب یا اندازِ بیاں) کی وضاحت کے لیے اصطلاحاً استعمال ہو (مثلاً رسمی یا غیر رسمی یا فحش) اس کا نام "لیبل" ہے۔

اچھی لغات میں رجسٹر کی وضاحت لیبل کے ذریعے ضروری ہوتی ہے تاکہ استعمال کرنے والے اسے غلط سیاق میں یا غلط سماجی موقعے پر بول کر شرمندہ نہ ہوں۔ فرہنگِ آصفیہ نے بعض مقامات پر رجسٹر کی وضاحت مخففات سے کی ہے، مثلاً 'عو' کے اختصار کو 'فرہنگِ آصفیہ' نے "مسلمان عورتوں یا بیگموں کے محاورے" کے مفہوم میں برتا ہے۔ اسی طرح "عوام الناس جہلا کی زبان" (اگرچہ 'جہلا' جیسے الفاظ علمی کاموں میں اب معیوب سمجھے جاتے ہیں لیکن پرانی لغات مثلاً فرہنگِ آصفیہ میں اس کو روا رکھا گیا ہے) کو فرہنگِ آصفیہ کے ابتدائی صفحات میں "عوام" کے لیبل سے ظاہر کیا گیا ہے[۹۱]۔ اردو لغت بورڈ کی لغت نے زبان کے عوامی استعمال کو 'عو' کے اختصار سے اور عورتوں کی زبان کو 'عور' کے مختصر لیبل سے ظاہر کیا ہے۔

لیکن فصیح اللغات میں اس طرح کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ ہاں البتہ کہیں کہیں وضاحت ہے کہ لفظ کی نوعیت اور

استعمال کیا ہے، مثلاً ''اِس سے'' کے اندراج اور تشریح و اسناد کے بعد ''فائدہ'' کے تحت لکھتے ہیں: ''اس سے' دو محل پر مستعمل ہے، ا۔ عوام الناس اور عورتوں کی بول چال میں حقارت اور بے پروائی اور بے غرضی جتانے کو بولتے ہیں۔ اس کی مثال بوجہ خلافِ تہذیب ہونے کے قلم انداز کی جاتی ہے''۔[۹۲]

گویا رجسٹر اور لیبل کا استعمال اس لغت میں محدود ہے، حالاں کہ اس ضمن میں مؤلف کے سامنے فرہنگِ آصفیہ کی مثال موجود تھی۔

۹۔ مخففات:

فصیح اللغات میں مخففات صرف سند کے شعروں کی نشان دہی کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ داغ کے جس دیوان سے وہ شعری اسناد لی گئی ہیں ان کی نشان دہی سند کے شعر کے ساتھ مخففات سے کی گئی۔ ان مخففات کی تفصیل یہ ہے:

گہ: گلزارِ داغ۔ م گہ: متفرقاتِ گلزار۔ آ: آفتابِ داغ۔ م آ: متفرقاتِ آفتاب۔ م: مہتابِ داغ۔

م م: متفرقاتِ مہتاب۔ یا: یادگارِ داغ۔ م یا: متفرقاتِ یادگار۔ ف: فریادِ داغ۔

فصیح اللغات کا نمونہ

نمونے کے طور پر فصیح الملک کا ایک اندراج مکمل طور پر پیش ہے:

آبِ بَقَا: مذکر، وہ فرضی اور خیالی پانی جس کے پینے سے قیامت تک موت نہیں آتی۔

آبِ بقا نے گرچہ بہت روک تھام کی
پیری چلی نہ خضر علیہ السلام کی (گہ)

فائدہ: تذکیر و تانیث بتانے کے لیے وہ مثال نہایت مستند ہے جس کے قافیہ و ردیف سے مذکر و مونث کا پتا چلے۔ حتی الامکان فصیح اللغات میں یہی التزام کیا گیا ہے۔ مگر مشکل ہے کہ ایک شخص کے کلام میں ہر ایک لفظ کی ایسی مثال مل سکے۔ اس لیے زیادہ تر یہ کوشش ان الفاظ میں کی گئی ہے جو مختلف فیہ یا مشکوک ہیں۔ ایسے الفاظ جن میں کسی معقول شاعر و زباں داں کو اختلاف نہیں ہے اُس کے لیے ایسی مثال ضروری نہیں سمجھی گئی۔ مثلاً آبِ بقا کہ اس لفظ [کذا] کی تذکیر پر سب کو اتفاق ہے۔ ہر ایسا فائدہ جس کا مضمون دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی لکھا جانا چاہیے بار بار نہیں لکھا جائے گا۔ جس طرح کہ یہ خیال یہاں ظاہر کیا گیا آئندہ اس کے لکھنے کی

ضرورت نہیں۔[۹۳]

(’آبِ بقا‘ کو لفظ کے بجائے مرکب یا اندراج کہنا چاہیے) یہاں یہ وضاحت یا ”فائدہ“ یقیناً بہت مفید ہے اور اسی طرح کی وضاحتوں میں اس لغت میں لغت نویسی، زبان، قواعد اور علمِ معنی کے بعض اہم نکتے بھی بیان ہو گئے ہیں۔ مگر لغت میں ایسے طویل وضاحتی بیانات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ پھر جو یہ کہا گیا کہ ایسے اندراجات کی ”مثال ضرور نہیں سمجھی گئی“ اور ”آئندہ اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں“، اس طرح کی وضاحتیں عموماً لغت کے آغاز میں یا دیباچے میں لغت کے اصول بیان کرتے ہوئے پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن احسن نے بہر حال لغت نویسی کے بعض اصولوں کو مدِ نظر رکھا ہے۔

فصیح اللغات کی املائی خصوصیات

اگرچہ احسن مارہروی اپنے دور کے ان معدودے چند لوگوں میں تھے جو اردو املا کے مسائل کا ادراک رکھتے تھے اور املا کے ضمن میں ان کی اپنی ذاتی رائے بھی تھی جو وہ وقتاً فوقتاً اپنے رسالے فصیح الملک میں پیش بھی کرتے تھے اور اپنے دور کے لحاظ سے املائی معاملات میں خاصے آگے تھے، خواہ ہم ان کے بعض املائی نظریات سے اتفاق نہ کریں یا اس دور کے بعض اہلِ علم نے ان سے اختلاف کیا ہو (اور فصیح الملک کے صفحات میں یہ اختلاف قارئین کے خطوط یا آرا کی صورت میں نظر بھی آتا ہے)۔ لیکن فصیح اللغات میں بعض مقامات پر املا کی ایسی روش بھی ملتی ہے کہ تعجب ہوتا ہے، مثلاً ”آنکھوں“ کا املا ”آنکہوں“ کیا ہے۔ دراصل احسن کا خیال تھا کہ کچھ الفاظ میں ہائے مخلوط یعنی دو چشمی ھ نہیں لکھنی چاہیے اور اس کا استعمال محدود ہے۔ اپنے مضمون ”جو بولو وہ لکھو“ میں کہتے ہیں:

> ہمارے نزدیک ہائے مخلوط صرف وہی ہے جو ہجوں میں اپنے اوّل و آخر حروف سے ملے جیسے ’بھی‘، ’بھان‘۔ اس کی کتابت دو چشمی ہے (ھ) سے ہو گی باقی ہر لفظ میں ایک ایک شوشے سے لکھی جائے گی، جیسے کہیں، کچہ، آنکہ۔۔۔“۔[۹۴]

لیکن ان کی یہ تجویز پذیرائی حاصل نہ کر سکی اور ان الفاظ کو اب ’کچھ‘ اور ’آنکھ‘ لکھا جاتا ہے اور آج کے نوجوان قاری کے لیے اس طرح کے الفاظ کو پڑھنا ایک مسئلہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لغت کو مرتب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس کا املا جدید کر دے تاکہ جدید دور کے قاری کے لیے تفہیم آسان ہو سکے۔

فصیح اللغات پر تنقید اور اس کا جائزہ

فصیح الملک پر بہت کم لکھا گیا ہے اور احسن مارہروی کے ذکر کے ساتھ اس پر عمومی تعریفی بیانات ملتے ہیں۔ اس لیے اس پر صحیح معنوں میں معروضی تنقید نہیں ملتی۔ بس تمکین کاظمی کے ہاں فصیح اللغات نیز احسن مارہروی کی ذات کے

خلاف تنقید ملتی ہے۔ تمکین کاظمی نے اپنی کتاب داغ میں فصیح اللغات کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی خاص بات نہ تھی بلکہ، بقول ان کے، احسن نے اپنے روزگار اور دکن میں اپنے قیام کو طول دینے کے لیے داغ کو فصیح اللغات پر لگا دیا تھا (بلکہ "پھنسا دیا تھا") اور یہ بھی لکھا ہے کہ احسن نے فصیح اللغات کی طباعت کے لیے بہت سا روپیہ جمع کیا لیکن اس کی طباعت کے ضمن میں مطبع کا بل ادا نہیں کیا[۹۵]۔ اس ضمن میں تمکین کاظمی نے داغ دہلوی کے بعض خطوط کے اقتباس بھی پیش کیے ہیں۔ اس میں تو بہر حال شبہہ نہیں ہے کہ احسن کے دکن سے چلے جانے پر داغ دہلوی ان سے ناراض ہو گئے تھے اور اپنے خطوں میں انھیں لغت کے کام کی طرف متوجہ بھی کرتے تھے، جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے۔ لیکن یہ ناراضی عارضی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احسن کے بارے میں تمکین کاظمی کے خیالات میں کچھ ذاتیات کا رنگ بھی ہے، چاہے وجہ کچھ بھی رہی ہو۔

اسی طرح حکیم برہم نے فصیح اللغات پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ فصیح الملک کے ساتھ فصیح اللغات کا ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے وہ غیر ضروری ہے اور اس سے اردو زبان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ یہ ایک محدود لغت ہے جس کو ایک شاعر کے کلام کی فرہنگ کہنا چاہیے[۹۶]۔

یہ درست ہے کہ فصیح اللغات میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو اسے اردو لغات میں بہت زیادہ ممتاز کرے اور نہ کوئی ایسے اندراجات یا معنی بہت بڑی تعداد میں ملتے ہیں جن سے اردو کی دیگر لغات محروم ہوں نیز یہ بھی درست ہے کہ اس میں صرف وہ الفاظ و محاورات درج ہیں جو داغ دہلوی کی شاعری میں ملتے ہیں لیکن تمکین کاظمی کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے یا حکیم برہم کا خیال کہ اس سے اردو زبان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، درست نہیں ہے۔

کسی شاعر کے کلام کی فرہنگ بہر حال مفید ہوتی ہے اور اس سے لغت نویسی میں مدد لی جا سکتی ہے۔ فصیح اللغات میں (اور بعد ازاں محاوراتِ داغ میں بھی) بعض ایسے الفاظ و مرکبات و محاورات مع اسناد آ گئے ہیں جو اردو کی متداوّل لغات میں موجود نہیں ہیں (چاہے وہ قلیل تعداد ہی میں کیوں نہ ہوں) اور بعد میں آنے والے لغت نویسوں نے ان سے فائدہ بھی اٹھایا، مثلاً اردو لغت بورڈ کی لغت میں بعض ایسے اندراجات ملتے ہیں جن میں محاوراتِ داغ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اگرچہ فصیح اللغات کا حوالہ یا اس سے اس طرح کے استفادے کا ثبوت تو نہیں ملتا کیوں کہ بہر حال فصیح اللغات رسالے کی فائلوں میں دفن رہی اور کسی نے ان اقساط کو نکال کر مرتّب و مدوّن کر کے کتابی صورت میں چھاپنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن داغ کے کلام سے اسناد کی بنا پر بہر حال اسناد کا بڑا ذخیرہ ضرور اس میں جمع ہو گیا ہے اور داغ کے اردو زبان اور محاورات پر عبور کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اگرچہ بعد میں محاوراتِ داغ کی اشاعت کی وجہ سے اس کی اہمیت کم ہو گئی لیکن بہر حال، فصیح الملک ایک مفید کام ہے اور اس میں درج اسناد یقیناً لغت نویسی

میں کام آسکتی ہیں کیوں کہ لغت نویسی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ لفظ کے معنی اس کے استعمال اور اس استعمال میں تسلسل سے طے ہوتے ہیں جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لفظ ان معنوں میں مختلف ادوار کے اہلِ قلم کے ہاں ملتا ہو۔ بعض الفاظ کی اسناد اردو لغت بورڈ کی لغت میں کم ہیں اور اس کمی کو فصیح اللغات میں درج اسناد کی مدد سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ثانیاً، اس میں "فائدہ" کی سرخیوں کے تحت اردو زبان، قواعد اور صحتِ زباں پر اہم نکات بھی موجود ہیں۔ ان مفید نکات کو اگر الگ سے مرتب کر دیا جائے تو زبان، قواعد اور لغت سے متعلق بعض اہم اور دل چسپ نکات سامنے آسکتے ہیں۔ اس موضوع پر ایک مقالہ "فصیح اللغات کے لغوی، لسانی اور قواعدی مباحث" کے عنوان سے لکھا جاسکتا ہے۔

فصیح اللغات مکمل نہ ہو سکی ورنہ بہت مفید ہوتی۔ لیکن اگر یہ لغت کی تعریف پر پورا نہیں اترتی (کیوں کہ بہر حال اس کا دائرہ محدود ہے) تو ادبی متن کی فرہنگ تو بہر حال یہ ہے۔ پھر داغ کے ذخیرۂ الفاظ کا مجموعہ ہونے کی بنا پر بھی اس کی بہت افادیت اور اہمیت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ:۱۹۵۸ء) پروفیسر (ر) شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف کراچی، کراچی۔ drraufparekh@yahoo.com

۱۔ احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، (لاہور: نقوش، جون ۱۹۶۴ء)، ۱۴۰۶-۱۴۰۷۔

۲۔ احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۶؛ نیز غلام مصطفی خاں، ''مقدمہ''، احسن الکلام، مرتب: سید سعید احسن مارہروی، (کراچی: مکتبۂ تخلیقِ ادب، ۱۹۶۵ء)، ۳۳؛ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۰ء)، ۲۰؛ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۸۹ء)، ۲۷۔

۳۔ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۲۹۔

۴۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۲۸؛ نیز لالہ سری رام، تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید، جلد اوّل (لاہور: نول کشور، ۱۹۰۸ء)، ۱۷۶؛ احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۶۔

۵۔ طفیل احمد نے لکھا ہے کہ احسن نے ۱۸۹۳ء میں داغ دہلوی سے خط کتابت کے ذریعے فیضِ تلمذ حاصل کیا،

دیکھیے: طفیل احمد، ''حضرتِ احسن کی یاد میں''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۴۱ء)، ۱۷۔

لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ بعد کے حالات اور احسن مارہروی کے خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ رفیق مارہروی اور بعض دیگر اہلِ علم کا یہ خیال درست ہے کہ یہ داغ کی شاگردی ۱۸۹۶ء میں اختیار کی اور ۱۸۹۸ء میں ان کے پاس حیدرآباد (دکن) پہنچے، دیکھیے: رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۲۷۔

۶۔ رفیق مارہروی کے مطابق احسن نے داغ کے نام پہلا خط جون ۱۸۹۶ء میں لکھا اور شاگرد بنانے کی درخواست کی، جلوۂ احسن، ۲۷-۲۸۔

۷۔ بعض مآخذ میں یہ عرصہ پانچ سال لکھا ہوا ہے اور خود احسن نے بھی نقوش میں مطبوعہ اپنے حالات میں یہ عرصہ ''۵-۶ برس'' لکھا ہے۔

احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۶؛

لیکن یہ طے ہے کہ وہ داغ کے پاس اگست ۱۸۹۸ء میں پہنچے تھے اور جون ۱۹۰۲ء میں انھیں واپس مارہرہ جانا پڑا تھا، ملاحظہ ہو: رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۲۹؛ نیز صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۴۱۔

لہٰذا اگست ۱۸۹۸ء سے لے کر جون ۱۹۰۲ء تک یہ عرصہ چار سال ہی بنتا ہے، بلکہ تین سال دس مہینے۔

۸۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۴۰؛ نیز احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۷۔

۹۔ داغ دہلوی کی تاریخِ وفات وِکی پیڈیا (Wikipedia) پر ۱۷ مارچ دی گئی ہے جو غلط ہے۔ بلکہ وِکی پیڈیا پر دی گئی اردو کے دیگر کئی مشاہیر کی پیدائش و وفات کی تاریخیں بھی غلط ہیں (درحقیقت وِکی پیڈیا پر اردو و ادب سے متعلق اغلاط اور بالخصوص مشاہیر کی غلط تاریخوں پر ایک مقالہ لکھا جاسکتا ہے)۔ لالہ سری رام نے داغ کی تاریخ وفات ۹ ذی الحج ۱۳۲۲ ہجری / ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء لکھی ہے۔

لالہ سری رام، تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید، جلد سوم، (دہلی: لالہ ٹھاکر داس اینڈ سنز، ۱۹۱۷ء)، ۱۱۳۔

لیکن خم خانۂ جاوید کی بیان کردہ ہجری تقویم اور عیسوی تقویم کی تاریخوں میں چند روز کا فرق ہے۔ مالک رام نے داغ کی تاریخ وفات ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء دی ہے، تذکرۂ ماہ و سال (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء)، ۱۵۰۔

داغ کی وفات کی ہجری تاریخ کو بنیاد بنایا جائے تو اس کی مطابقت ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء سے ہوتی ہے، دیکھیے: ضیاء الدین لاہوری، جوہرِ تقویم (لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)۔

۱۰۔ لالہ سری رام، تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید، جلد اوّل، ۱۷۶-۱۷۷؛ نیز رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۴۰۔

احسن مارہروی نے نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم (نقوش، لاہور) میں اپنے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ۱۹۰۴ء میں لاہور پہنچے تھے لیکن یہ یا تو سہوِ

کتابت ہے یا احسن کے حافظے نے انھیں دھوکا دیا کیوں کہ انھوں نے خود اپنے رسالے فصیح الملک میں خم خانۂ جاوید یا تذکرۂ ہزار داستان کے عنوان کے تحت تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''شروعِ ۱۹۰۵ء میں جب راقم الحروف لاہور گیا تھا''۔ دیکھیے: فصیح الملک (مارہرہ: شمارہ مئی تا دسمبر ۱۹۰۸ء)، ۴۳۔

۱۱۔ احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ نقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۷؛ نیز ابراہیم خلیل، ''فصیح الملک''، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی، انجمن ترقیِ اردو، جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۱؛ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۴۰-۴۱۔

۱۲۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۴۱؛ نیز احسن مارہروی، ''احسن مارہروی (خود نوشت حالات)''، مشمولہ انقوش: آپ بیتی نمبر، جلد دوم، ۱۴۰۷۔

۱۳۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۴۲۔

۱۴۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۶۷؛ نیز طفیل احمد، ''حضرتِ احسن کی یاد میں''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۴۱ء)، ۱۹۔

۱۵۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۶۷؛ نیز طفیل احمد، ''حضرتِ احسن کی یاد میں''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر، ۱۹۔

۱۶۔ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۸۰-۸۲۔

۱۷۔ غلام مصطفی خاں، علمی نقوش (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، س ن)، ۲۱۰۔

۱۸۔ سرفراز علی رضوی، مؤلف، ماخذات: احوالِ شعرا و مشاہیر، جلد ۲ (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۸۱ء)، ۱۸۵-۱۸۶؛ نیز غلام مصطفی خاں، علمی نقوش، ۲۱۰؛ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۷۴- ۸۰؛ غلام مصطفی خاں، ''واقعاتِ احسن''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر، ۳۶؛ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، متفرق صفحات۔

۱۹۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۸۰؛ نیز غلام مصطفی خاں، ''واقعاتِ احسن''، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر، ۳۸۔

۲۰۔ غلام مصطفی خاں، مقدمہ، احسن الکلام، ۴۳۔

۲۱۔ جوش ملسیانی، دیباچہ، احسن الکلام، مرتب: سید سعید احسن مارہروی (کراچی: مکتبۂ تخلیقِ ادب، ۱۹۶۵ء)، ۱۷۔

۲۲۔ داغ دہلوی کا مجموعہ: یادگارِ داغ، مرتب: کلبِ علی خاں فائق (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۸۴ء)، ۴۰۳-۴۰۶۔

۲۳۔ ایضاً، ۴۰۴-۴۰۵۔

۲۴۔ احسن مارہروی (مرتب)، مقدمہ، انشائے داغ (دہلی: انجمن ترقیِ اردو، ۱۹۴۱ء)، ۸۔

۲۵۔ ابراہیم خلیل، ''فصیح الملک''، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی: جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۱۔

۲۶۔ ان شماروں کی تفصیلات ابراہیم خلیل نے اپنے مضمون ''فصیح الملک'' میں دی ہیں، دیکھیے: ابراہیم خلیل، ''فصیح الملک''، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی: جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۱۔

۲۷۔ ابراہیم خلیل، ''فصیح الملک''، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی: جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۱۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ ایضاً، ۱۰-۱۱۔

۳۰۔ مثلاً شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۰۵ء کی لوح پر یہ عبارت درج ہے اور یہ بعد کے شماروں میں بھی شائع ہوتی رہی اور مثلاً ۱۹۱۰ء کے پرچوں میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن بعض پرچوں میں اس عبارت میں معمولی سا فرق بھی ہے۔

۳۱۔ ابو محمد سحر، اردو املا اور اس کی اصلاح، اشاعت دوم (بھوپال: مکتبۂ ادب، ۲۰۰۴ء)، ۱۰۔

۳۲۔ ابراہیم خلیل کا مرتبہ یہ اشاریہ فصیح الملک کے ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۰ء کے شماروں میں شامل مضامین کی مع اسمائے مصنفین و صفحات نشان دہی کرتا ہے، دیکھیے:

ابراہیم خلیل، ”فصیح الملک“، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی: جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۲-۳۰۔

۳۳۔ انجمن ترقیِ اردو ہند کی املا کمیٹی، اس کے اراکین اور ان کی املائی تجاویز کی تفصیل کے لیے دیکھیے: رؤف پاریکھ، اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۴ء)، ۱۸۱-۱۸۲۔

۳۴۔ غلام مصطفی خاں، ”واقعاتِ احسن“، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۴۱ء)، ۴۰۔

۳۵۔ فصیح الملک، جلد ۱، شمارہ ۱ (لاہور: مئی ۱۹۱۰ء)، ۱-۶۔

۳۶۔ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۲۹۲۔

۳۷۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: احسن مارہروی، ”دیباچہ“ فصیح الملک، جلد ۱، شمارہ ۱ (لاہور: مئی ۱۹۱۰ء)، ۳۔

۳۸۔ ایضاً، ۴۴۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔ ایضاً، ۴-۵۔

۴۱۔ ایضاً، ۵۔

۴۲۔ رفیق مارہروی، جلوۂ احسن، ۸۰۔

۴۳۔ مثلاً دیکھیے داغ کا خط احسن مارہروی کے نام (جس میں وہ کہتے ہیں کہ فصیح اللغات کا کام میرے شاگردوں میں سوائے تمھارے کوئی نہیں کر سکتا)، مشمولہ زبانِ داغ: مجموعۂ مکاتیبِ داغ دہلوی، مرتب: رفیق مارہروی (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۵۶ء)، ۷۷۔ اس سے اگلے خط (صفحہ ۷۸) میں بھی داغ گلہ مند ہیں۔

۴۴۔ احسن مارہروی، مرتب، انشاے داغ (دہلی: انجمن ترقیِ اردو ہند، ۱۹۴۱ء)، ۵۔

۴۵۔ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۲۹۸-۲۹۹۔

۴۶۔ ایضاً، ص ۲۹۸۔

۴۷۔ تمکین کاظمی، داغ (لاہور: آئینۂ ادب، ۱۹۶۰ء)، ۱۶۸۔

۴۸۔ ان احباب کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے جن کی کرم فرمائیوں سے بارہ برسوں کی تگ و دو کے بعد یہ اقساط بہم ہو سکیں۔ سب سے پہلے تو ان کتب خانوں کے منتظمین اور کتاب داروں (librarians) کا شکریہ واجب ہے جنھوں نے اس عاجز طالب علم کی درخواست پر فصیح الملک کے شمارے تلاش کیے اور ان میں شائع شدہ اقساط کی عکسی نقول بنوانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ ان میں بالخصوص پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے مرکزی کتب خانے کے کارپردازان شامل ہیں۔ ان کے علاوہ محترم محمد احسن خان صاحب (لاہور)، برادرم ڈاکٹر رفاقت علی شاہد (لاہور) اور ڈاکٹر عطا خورشید صاحب (علی گڑھ) نے کرم فرمایا اور علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے متعدد اقساط مہیا کیں۔ پھر شہاب الدین ثاقب صاحب (علی گڑھ) اور ڈاکٹر شذرہ حسین صاحبہ (جام شورو) نے بھی حتی المقدور کوششیں کیں لیکن افسوس ان کی پُرخلوص کوششوں کے باوجود انھیں مطلوبہ اقساط نہ مل سکیں۔ بہر حال ان سب کا بہت بہت شکریہ۔

۴۹۔ ”فصیح الملک“، مشمولہ ماہ نامہ قومی زبان (کراچی: جنوری ۱۹۷۴ء)، ۱۱۔

۵۰۔ یہاں الف بائی ترتیب میں فرق آگیا ہے اور قسط کا آغاز ’آسا‘ سے ہو رہا ہے جب کہ ’آسرا‘ کا اندراج پہلے یعنی پچھلی قسط میں کر دیا گیا ہے جو اصولاً بعد میں کرنا چاہیے۔ اس فروگذاشت پر ادارتی حاشیہ لکھا گیا جو یہ ہے: ”یہ چند لغات غلطی سے گذشتہ نمبر کی ترتیب میں رہ گئے تھے۔ ان کو ضمیمے کے لیے اٹھا رکھنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ۱۲“ (فصیح الملک نومبر ۱۹۰۵ء، حاشیہ، ۴۷)۔ اس لغت کو اگر کوئی مستقبل میں مرتب کرتا ہے تو اسے ترتیبِ حروفِ تہجی کے ضمن میں اس طرح کی فروگذاشتوں کا لحاظ کرنا ہو گا۔

۵۱۔ یہ اقساط دو شماروں میں شائع ہوئیں: ایک مشترکہ شمارہ دسمبر ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء کا تھا اور دوسرا شمارہ اپریل ۱۹۰۶ء کا تھا۔ راقم کو یہ شمارے دست یاب نہ ہو سکے

البتہ ان میں مطبوعہ اقساط پر مبنی صفحات کی عکسی نقل کراچی کے ایک کتب خانے سے حاصل ہوئی جو وہاں کے عملے کی علم دوستی کے باعث ممکن ہوا۔ کتب خانے کے عملے نے بوجوہ اپنے اور ادارے کے نام کی نشان دہی سے احتراز کی درخواست کی لہٰذا ان کے نام نہیں دیے جا رہے۔

۵۲۔ یہاں ترتیب میں پھر غلطی ہے اور 'اٹھائے نہ اٹھنا' کا اندراج الف بائی ترتیب کے لحاظ سے 'اٹھتے اٹھتے' سے پہلے ہونا چاہیے تھا۔

۵۳۔ صفحہ نمبر دو سو نواسی (۲۸۹) غلطی سے دوبار لکھا گیا تھا یعنی نومبر ۱۹۰۹ء کے پرچے میں جس قسط کا اختتام ہوا اس کا آخری صفحہ ۲۸۹ تھا اور اگلی قسط کا آغاز ۲۹۰ سے ہونا چاہیے تھا لیکن اگلے شمارے یعنی دسمبر ۱۹۰۹ء کی قسط کا آغاز بھی سہواً صفحہ ۲۸۹ سے ہوا۔ البتہ متن مسلسل ہے اور اس میں کوئی کمی یا تکرار نہیں ہے۔ اس ایک نمبر کے اعادے سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی۔ اگر اس صفحے کو شمار کر لیا جائے تو لغت کے صفحات کی کل تعداد تین سو اکسٹھ (۳۶۱) ہو جاتی ہے۔

۵۴۔ 'ایک سا' کو ملا کر 'ایکسا' لکھا گیا ہے، نیز الف بائی ترتیب بھی غلط ہے۔ 'ایکسا' پہلے درج ہوگا اور پچھلی قسط میں درج 'ایک سے لاکھ تک' کا اندراج بعد میں ہونا چاہیے۔

۵۵۔ جوش ملسیانی، دیباچہ، احسن الکلام، مرتب: سید سعید احسن مارہروی، ۱۷۔

۵۶۔ غلام مصطفٰی خاں، "مقدمہ"، احسن الکلام، ۴۱۔

۵۷۔ ولی احمد خاں (مرتب)، دیباچہ بعنوان "ترتیب"، محاوراتِ داغ (دہلی: مکتبہ اردو ادب، ۱۹۴۴ء)۔

۵۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد اوّل (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۷ء) کے ابتدائی صفحات جن میں اس لغت کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

۵۹۔ فرہنگِ آصفیہ، مرتب: سید احمد دہلوی، مبنی بر چہار جلد (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۷۷ء)۔

۶۰۔ امیر اللغات، مرتب: امیر مینائی، جلد اوّل و دوم یک جا (طباعتِ نو) (لاہور: سنگ میل، ۱۹۸۹ء)۔

۶۱۔ نور اللغات (مرتبہ نور الحسن نیر)، مبنی بر چہار جلد (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء)۔

۶۲۔ رؤف پاریکھ، لغات اور فرہنگیں (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء)، ۱۰۳-۱۰۶؛ نیز نذیر آزاد نے بھی اس پر اظہارِ خیال کیا ہے لیکن وہ اس کے صرف تین (۳) طریقے بتاتے ہیں جب کہ چوتھا طریقہ بھی موجود ہے، دیکھیے: نذیر آزاد، لغت نگاری: اصول و قواعد (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ، ۲۰۱۲ء)، ۷۱-۷۳۔

۶۳۔ رؤف پاریکھ، لغات اور فرہنگیں، ۱۰۵۔

۶۴۔ فصیح الملک، شمارہ نومبر-دسمبر ۱۹۰۶ء، ۱۴۹۔

۶۵۔ فصیح الملک، شمارہ جولائی ۱۹۰۵ء، ۱۶۔

۶۶۔ فصیح الملک، شمارہ نومبر ۱۹۰۹ء، ۲۸۲۔

۶۷۔ ایم اے کے ہالی ڈے [M.A.K.Halliday]، وولف گینگ [Wolfgang Teubert]، کولن یالپ [Colin Yallop]، اینا سرماکووا [Anna Cermakova]، *Lexicology and Corpus Linguistics* (لندن و نیویارک: کونٹینم، ۲۰۰۴ء)، ۶۔

۶۸۔ ہاورڈ جیکسن [Howrad Jackson]، اٹین زے امویلا [Etinne Ze Amvela]، *Words, Meaning and Vocbulary: An Introduction to Modern English Lexicology* (لندن و نیویارک: بلومز بری، ۲۰۱۳ء)، ۲۱۔

۶۹۔ نذیر آزاد، اردو لغت نگاری کا تنقیدی جائزہ (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ، ۲۰۱۲ء)، ۶۰۔

۷۰۔ جابر علی سید، کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، جلد اوّل (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء)، ۱۱۶۔

۷۱۔ فصیح الملک، شمارہ جون ۱۹۰۵ء، ۷۔

۷۲۔ ایضاً، ۹۔

۷۳۔ بی ٹی اٹکنس [B.T. Atkins]، مائیکل رنڈل [Michael Rundell]، *The Oxford Guide to Practical Lexicography* (اوکسفرڈ، ۲۰۰۸ء)، ۴۰۵۔

۷۴۔ بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography: The Theory and Practice of Dictionary-Making* (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۹ء)، ۲۳۵۔

۷۵۔ نذیر آزاد، اردو لغت نگاری کا تنقیدی جائزہ، ۹۶۔

۷۶۔ *Concise Oxford English Dictionary*، بارھواں ایڈیشن (اوکسفرڈ: ۲۰۱۱ء)۔

۷۷۔ "فصیح اللغات"، مشمولہ فصیح الملک، شمارہ جولائی ۱۹۰۵ء، ۱۹-۲۰، (یہ لغت کے صفحات کے نمبر ہیں)۔

۷۸۔ فصیح اللغات، ص ۶۶-۷۰۔ (یہ ان دو شماروں میں شامل ہیں جن کو راقم براہِ راست نہیں دیکھ سکا اور ایک کتب خانے سے لغت کے یہ صفحات ملے جن پر ماہ و سال یا شمارہ نمبر درج نہیں تھا)۔

۷۹۔ بوسونسن[Bo Svensen]، *A Handbook of Lexicography: The Theory and Practice of Dictionary-Making*، ۲۳۵۔

۸۰۔ نذیر آزاد، اردو لغت نگاری: روایت اور ارتقا (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ، ۲۰۱۲ء)، ۱۱۵۔

۸۱۔ "فصیح اللغات"، مشمولہ فصیح الملک (لاہور: جون ۱۹۰۵ء)، ۸۔

۸۲۔ ایضاً۔

۸۳۔ *Oxford Advanced Learner's Dictionary*، ساتواں ایڈیشن (اوکسفرڈ: ۲۰۰۵ء)۔

۸۴۔ "فصیح اللغات"، مشمولہ فصیح الملک، (شمارہ: اگست ۱۹۰۵ء)، ۲۳۔

۸۵۔ لیلیٰ عبدی خجستہ، "انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں رجسٹر"، مشمولہ اردو، شمارہ ۱۴-۲۰۱۳، جلد ۸۹-۹۰، (کراچی: انجمن ترقیِ اردو)، ۱۲۷۔

۸۶۔ لیلیٰ عبدی خجستہ، "انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں رجسٹر"، مشمولہ اردو، ۱۲۷۔

۸۷۔ جینٹ ہومز[Janet Holmes]، *An Introduction to Sociolinguistics*، دوسرا ایڈیشن (ہارلو: پیئرسن ایجوکیشن، ۲۰۰۱ء)، ۲۴۶۔

۸۸۔ ایڈم کلگرف[Adam Kilgariff]، "Using Corpora as Data Sources for Dictionaries"، مشمولہ *The Bloomsbury Companion to Lexicography* (لندن و نیویارک: بلومزبری، ۲۰۱۵ء)، ۸۹-۹۰۔

۸۹۔ لیلیٰ عبدی خجستہ، "انیسویں صدی کی اردو لغت نویسی میں رجسٹر"، مشمولہ اردو، ۱۲۶۔

۹۰۔ آر آر کے ہارٹ مَن[R. R. K. Hartmann]، گریگری جیمز[Gregory James]، *Dictionary of Lexicography* (لندن: روٹلج، ۱۹۹۸ء)۔

۹۱۔ فرہنگِ آصفیہ، مرتب: سید احمد دہلوی، ۱۷۔

۹۲۔ "فصیح اللغات"، مشمولہ فصیح الملک (مارچ-اپریل ۱۹۰۸ء)، ۱۶۰۔

۹۳۔ "فصیح اللغات"، مشمولہ فصیح الملک (جون ۱۹۰۵ء)، ۹-۸۔

۹۴۔ احسن مارہروی کا یہ مضمون فصیح الملک کے مئی ۱۹۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اور اسے بعد ازاں علی گڑھ میگزین کے احسن نمبر میں شائع کیا گیا۔ یہ عبارت وہیں سے منقول ہے، دیکھیے: احسن مارہروی، "فصیح الملک"، مشمولہ علی گڑھ میگزین، احسن نمبر (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۴۱ء)، ۱۷۹۔

۹۵۔ دیکھیے تمکین کاظمی کی کتاب جس میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر فصیح اللغات پر اور احسن مارہروی پر اعتراض کیے گئے ہیں۔
تمکین کاظمی، داغ (لاہور: آئینۂ ادب، ۱۹۶۰ء)، ۱۶۸ و بعدہٗ۔

۹۶۔ صابر حسین جلیسری، مولانا احسن مارہروی: آثار و افکار، ۳۰۱۔

Bibliography

Atkins, B.T. et al. *The Oxford Guide to Practical Lexicography*. New York: Oxford University Press, 2008.

Azad, Nazir. *Lughat Nigārī: Usūl o Qawaid*. Delhi: Educational Publishing, 2012.

———. *Urdu Lughat Nigārī: Riwāyāt aur Irtiqā*. Delhi: Educational Publishing, 2012.

Dagh Dehlvi, Nawab Mirza. *Inshā-e- Dāgh* (ed. Ahsan Marharvi). Delhi: Anjuman Taraqqī Urdu Hind, 1941.

———. *Yādgār-e-Dāgh* (ed. Kalb-e Ali Khan Faiq). Lahore: Majlis Taraqqī-e Adab, 1984.

———. *Zabān-e-Dāgh: Majmʻua-e Makātib-e-Dāgh Dehlvi* (ed. Rafiq Marharvi). Lucknow: Naseem Book Depot, 1956 (approx.).

Farhang-i Āṣafiyah. Ed. Syed Ahmad Dehlvi. Lahore: Urdu Science Board, 1977.

Ghulam Mustafa Khan. *ʿIlmī Nuqūsh*. Karachi: Urdu Academy Sindh, n.d.

———. Preface to *Aḥsan al-Kalām* (ed. Syed Saeed Ahsan Marharvi). Karachi: Maktaba-e Takhliq-e Adab, 1965.

Ghulam Mustafa Khan. *Wāqiʿāt-i Aḥsan*, in *Aligarh Magazine*, Ahsan Number, September 1941.

Halliday, M.A.K. et al. *Lexicology and Corpus Linguistics: An Introduction*. London & New York: Continuum, 2004.

Hartmann, R.R.K., and Gregory James. *Dictionary of Lexicography*. London: Routledge, 1998.

Holmes, Janet. *An Introduction to Sociolinguistics*. Harlow: Pearson Education, 2001 (2nd ed.).

Jackson, Howard et al. *Words, Meaning and Vocabulary: An Introduction to Modern English Lexicology*. London & New York: Bloomsbury, 2013.

Syed, Jaber Ali. *Kutub-i-Lughat kā Taḥqīqī-o-Lisānī Jā'iza*, Vol. I. Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1984.

Josh Malihabadi. Preface to *Inshā'-al-Kalām* (ed. Syed Saeed Ahsan Marharvi). Karachi: Maktaba-e Takhliq-e Adab, 1965.

Kalb-e Ali Khan Faiq (ed.). *Yādgār-i-Dāgh*. Lahore: Majlis Taraqqī-e Adab, 1984.

Kazmi, Basir Sultan. *Nasir Kazmi: Shakhṣiyat aur Fan,* Islamabad: Academy of Letters Pakistan, 2007.

Kazmi, Nasir. *Nasir Kazmi kī Ḍā'irī (Chand Parīshān Kāghaz)* Lahore: Maktaba Khayal, 1995.

Kazmi, Tamkeen. *Dāgh* Lahore: Aaina-e Adab, 1960.

Khaliq, Ibrahim. *Faṣīḥ-al-Mulk.*, in *Māhnāma Qaumī Zabān*, Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu, January 1974.

Khujasta, Laila Abdi. "Register in Nineteenth-Century Urdu Lexicography," in *Urdū*, Anjuman Taraqqī Urdu, Karachi, Vol. 89–90, Issue 14, 2013.

Lahori, Zia-ud-Din. *Jauhar-i-Taqwīm*. Lahore: Jamiat Publications, 2004.

Marharvi, Rafiq. *Jalwa-i-Aḥsan*. Lucknow: Naseem Book Depot, 1960 (approx.).

Marharvi, Ahsan. "'Ahsan Marharvi' (Autobiographical Account)," in *Naqūsh* (Lahore), Autobiography Number, Vol. II, June 1964.

——— (ed.), Preface to *Insha-e Dagh*. Delhi: Anjuman Taraqqi Urdu, 1941.

Nayyar, Noor-ul-Hasan. *Nūr-al-Lughāt.* Islamabad: National Book Foundation, 1989.

Parekh, Rauf. *Lughāt aur Farhangaiṅ*. Karachi: City Book Point, 2021.

———. *Urdū Imlā aur Ḥurūf-i-Tahajjī: Lisāniyātī Tanāẓur*. Karachi: City Book Point, 2024.

Ram, Lala Sri. *Tazkira-i-Hazār Dāstān (Khumkhāna-i-Jāvēd)*, Vol. I. Lahore: Naval Kishore

Press, 1908.
Ram, Malik. *Tazkira-i-Māh-o-Sāl.* Delhi: Maktaba Jamia, 1991.
Rizvi, Sarfaraz Ali (comp.). *Makhazāt: Aḥwāl-i-Shu'arā-o-Mashāhīr,* Vol. 2. Karachi: Anjuman Taraqqī Urdu, 1981.
Sahr, Abu Muhammad. *Urdū Imlā aur Us kī Iṣlāḥ*. Bhopal: Maktaba Adab, 2004.
Svensen, Bo. *A Handbook of Lexicography: The Theory and Practice of Dictionary-Making*. Cambridge: Cambridge University Press, 2009.
Urdu Lughat Board. *Urdū Lughat (Tārīkhī Uṣūl par)* Vol. I. Karachi: Urdu Lughat Board, 1977.